197

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ — عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

خاص نمبر

روزنامہ الفضل لاہور

نمبر ۵۲۵۴

شرح چندہ
سالانہ ۲۴ روپے
ششماہی ۱۳ "
سہ ماہی ۷ "
ماہوار ۲½ "

ایڈیٹر:- روشن دین تنویر بی۔ اے۔ ایل ایل۔ بی

ٹیلیفون نمبر ۲۹۷

یوم چہارشنبہ

The ALFAZL LAHORE

۲۸ فروری ۱۹۵۱ء — نمبر ۵۰-۵۱

وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے

از حضرت مسیح موعود علیہ السلام

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نورِ سارا — نام اس کا ہے محمد دلبر مرا یہی ہے

سب پاک ہیں پیمبر اک دوسرے سے بہتر — لیک از خدائے برتر خیر الوریٰ یہی ہے

اس نور پر فدا ہوں اس کا ہی میں ہوا ہوں — وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے

سب ہم نے اس سے پایا شاہد ہے تو خدایا — وہ جس نے حق دکھایا وہ مہ لقا یہی ہے

دل میں مرے یہی ہے تیرا صحیفہ چوموں — قرآں کے گرد گھوموں کعبہ مرا یہی ہے

خدا تعالےٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ

ادب کے لحاظ سے خدا تعالیٰ ہی کہنا چاہیئے

اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہوئے محض "خدا" یا "اللہ" کہنا غیر مناسب معلوم ہوتا ہے۔
احباب کو چاہیئے۔ کہ "اللہ تعالیٰ" یا "خدا تعالیٰ" کہا کریں۔ کیونکہ انبیاء علیہم السلام
کی بعثت کی غرض الٰہی صفات اور عظمت کو قائم کرنا ہے۔ اس لئے زبان پر بھی

اللہ تعالیٰ کا نام آتے وقت اُس کی بلندی شان کا اظہار ہونا چاہیئے۔

مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ رتن باغ میں میرے عرض کرنے پر سیدنا حضرت امیر المومنین
ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ ادب کے لحاظ سے خدا تعالیٰ ہی کہنا چاہیئے۔ مجھے
خدا تعالےٰ سے یہ محبت حضور ہی کی پیروی میں ملی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام
فرماتے ہیں:- ع جے توں میرا ہو رہیں سب جگ تیرا ہو

تجھے دنیا میں ہے کس نے پکارا کہ پھر خالی گیا قسمت کا مارا

ہر اک نیکی کی جڑھ یہ اتقاء ہے اگر یہ جڑھ رہی سب کچھ رہا ہے (یہ مصرعہ الہامی ہے)

میرا تجربہ ہے کہ جس کو خدا تعالیٰ کی محبت مل جائے وہ دنیا میں کسی سے نہیں ڈرتا اور خدا تعالےٰ کہنے میں بڑی برکات ہیں

سراج الدین لاہور

زعمائے احرار کی ملتان کانفرنس والی

تقریروں پر تبصرہ

(از مکرم مولانا جلال الدین صاحب شمس ناظر تالیف و تصنیف سلسلہ عالیہ احمدیہ)

احراری لیڈروں نے جو تقریریں ملتان کانفرنس میں کیں وہ آزاد کے کانفرنس نمبر مورخہ ۲۶ دسمبر ۱۹۵۱ء میں شائع ہوئی ہیں۔ ان تقریروں پر تبصرہ کرنے سے پہلے میں حکومت مرکزیہ پاکستان اور حکومت صوبہ پنجاب کی توجہ ایک اہم امر کی طرف مبذول کرانا ضروری خیال کرتا ہوں اور وہ ہے۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک وصیت

حجۃ الوداع کے موقعہ پر جبکہ فدایان اسلام اور جاں نثاران حضرت خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام عرب کے گوشہ گوشہ سے نکل کر میدان عرفات میں جمع ہوئے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اونٹنی پر سوار ہو کر ایک شاہی اعلان فرمایا

ان دماءکم و اموالکم و
اعراضکم حرام علیکم
کحرمۃ یومکم ھذا فی
شھرکم ھذا فی بلدکم ھذا

یعنی تمہارے خون اور تمہارے اموال اور تمہارے ناموس و آبرو تم پر ایسے ہی حرام اور مقدس ہیں جیسے کہ آج کے مقدس دن کی حرمت تمہارے اس حرمت والے مہینہ (ذوالحجہ) میں اور تمہارے اس حرمت والے شہر یعنی مکہ میں پس جس طرح تم آج کے دن کو مقدس سمجھتے اور اس مہینے کی حرمت اور مکہ مکرمہ کی تقدیس کے قائل ہو۔ اور ان کی بے حرمتی کو گناہ عظیم یقین کرتے ہو۔ اسی طرح تمہارے خون اور تمہاری جائدادیں اور اموال اور تمہاری ناموس اور عزت و آبرو جو ایک دوسرے کے لئے مقدس اور واجب الاحترام ہیں۔ کسی شخص کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ دوسرے کا خون گرائے یا کسی کا ناحق مال کھائے۔ اور اس کی جائداد غصب کرے۔ یا کسی کی عزت و ناموس پر بے جا حملہ کرے۔ پھر آپ نے فرمایا جو لوگ اس موقعہ پر حاضر ہیں۔ انہیں چاہئیے کہ یہ باتیں ان لوگوں تک پہونچادیں۔ جو یہاں حاضر نہیں ہوسکے۔

پس یہ تین چیزیں ایسی ہیں۔ جن کی حفاظت نہ صرف اسلامی حکومت بلکہ تمام دنیا کی حکومتوں کا فرض ہے۔ اگر کوئی حکومت اپنی رعایا کی ان تینوں چیزوں کی حفاظت نہیں کرتی۔ تو وہ حکومت یقیناً جلد یا بدیر صفحۂ ہستی سے غائب ہو جاتی ہے۔

حکومت پاکستان اس امر سے بے خبر نہیں ہے کہ جماعت احمدیہ حکومت وقت کی اطاعت اور رائج الوقت قانون کی پابندی کو ایک مذہبی فریضہ سمجھتی۔ اور استحکام پاکستان کے لئے ہر ممکن کوشش کرتی چلی آئی ہے۔ باوجود اس کے احرار پارٹی اس کے خلاف کئی مہینوں سے ایسا پروپیگنڈا کر رہی ہے۔ جو حکومت پاکستان کے مروجہ قانون کے صریح خلاف ہے۔

سر محمد ظفر اللہ خان صاحب وزیر خارجہ حکومت پاکستان پر صرف اس وجہ سے کہ وہ احمدی ہیں احراری لیڈروں نے ایسے ایسے ناپاک جھوٹے اور مفتریانہ الزامات لگائے جن کا اثر نہ صرف ان کی ذات تک محدود تھا۔ بلکہ مسلم لیگ اور قائد اعظم کی ذات والا صفات تک پہونچتا تھا۔ اور حکومت کو ان الزامات کے لغو و باطل اور بے بنیاد ہونے کا بھی یقین تھا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر کسی اور ملک میں حکومت کے ایک رکن کے متعلق اس قسم کا ناپاک و ذلیل پروپیگنڈا کیا جاتا۔ تو وہ حکومت ایسے ہنگامہ خیز اتہامات لگانے والوں کو فوراً کیفر کردار تک پہونچا دیتی

پھر ان ناعاقبت اندیشوں نے احمدیوں کو مرتد قرار دے کر ان کے قتل کی ترغیب دینے کا سلسلہ شروع کیا۔ جس کے اعلان کے لئے موقعہ ڈھونڈھتے رہتے ہیں۔ ملتان کانفرنس میں جو تقریریں ہوئیں۔ ان میں بھی خوب ہی کھل کر اس کا اظہار کیا گیا ہے۔ چنانچہ محمد علی جالندھری نے اپنی تقریر میں کہا

"مرزائی مرتد ہے دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اس کا کفر سب کافروں سے زیادہ ہے۔۔۔ مرتد کے لئے شریعت نے جو احکام صادر فرمائے ہیں۔ وہ "الشہاب" میں دیکھئے۔ لیکن وہ تو گورنمنٹ پنجاب نے ضبط کرلی ہے۔ حکومت نے الشہاب کو ضبط نہیں کیا۔ بلکہ اس نے آیات قرآنی اور احادیث نبوی کو ضبط کیا ہے" (آزاد کانفرنس نمبر ص۱)

پھر کہتا ہے۔

"شریعت میں تو اگر ایک آدمی اپنی جان اور مال اور آبرو کی حفاظت کرتا ہوا مارا جائے تو وہ خدا کے ہاں شہید ہوتا ہے۔۔۔۔۔ گر غضب ہے کہ اپنے دین و ایمان کو بچانے والا اس کی حفاظت کرنے والا اگر اس لئے قتل ہو جائے تو وہ شہید نہ ہو"

اس میں مسلمانوں کو احمدیوں کا بزور مقابلہ کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ اگر وہ اس حالت میں مارے جائیں گے۔ تو وہ شہید کہلائیں گے۔

پھر کہتا ہے۔

"دین اسلام کو چھوڑا جائے تو وہ مرتد ہو گیا۔ اور اس نے اسلام سے کھلی بغاوت کی ہے۔ اور اسلام میں قانونی طور پر مرتد اور باغی کی سزا یہ ہے کہ حکومت اسلامی تین دن کے اندر اندر اسے قتل کرا دے" (کانفرنس نمبر ص۲)

پھر احمدیوں کو مخاطب کرکے عوام الناس کو ان الفاظ میں اشتعال دلاتا ہے

"تم روز روشن میں قتل کرو اور زہر پلا کر ہلاک کرو۔ ہر روز دوشیزاؤں کی عصمت دری کرو اور۔ اپنا عیب چھپانے کے لئے یہ شور مچاؤ کہ ہمیں فلاں آدمی قتل کرانے کی دھمکی دے رہا ہے" (کانفرنس نمبر ص۲)

احراری امیر شریعت کہتا ہے۔

"سلطنت اسلام کی ہوتی تو دعوئے نبوت کرنے والے کی سزا صرف یہی ہوتی کہ اسے اسلامی حکومت تین دن کے اندر قتل کر دیتی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی سنت یہی ہے۔ آپ نے دس ہزار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے سر کٹائے۔ اور مدعی نبوت کو ختم کر دیا۔ آج اس کا علاج مناظروں سے کیا جارہا ہے۔ اس کا علاج کوئی مناظرہ ہے؟ (کانفرنس نمبر ص۱۹)

ماسٹر تاج الدین (؟) لال حسین اختر نے اپنی تقریر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور موجودہ امام جماعت احمدیہ کے خلاف بدزبانی کرتے ہوئے کہا۔

"علاوہ ازیں مرزا صاحب اور مرزا محمود احمد کی زناکاریوں کے اتنے واقعات ہیں کہ انہیں یہاں سنانا شروع کر دوں تو دنیا انگشت بدنداں ہو کر رہ جائے۔ زنا کاری کے ساتھ مرزا صاحب شراب پینے کے بھی عادی تھے" (کانفرنس نمبر ص۲۱)

لعنۃ اللہ علی الکاذبین المفترین

ملتان کانفرنس میں احراری لیڈروں نے جو تقریریں کی ہیں وہ ساری اسی قسم کی لغو بیانیوں اور اشتعال انگیزیوں سے بھری ہوئی ہیں۔ کیا مذکورہ بالا عبارتوں میں احمدیوں کے قتل کی ترغیب نہیں پائی جاتی۔ کیا ان کی پاک دامنی اور عزت و آبرو پر حملے نہیں کئے گئے؟ اس صورت میں کیا گورنمنٹ پر ایسے پروپیگنڈے کے انسداد کے لئے جو صریحاً قانون مروجہ کی زد میں آتا ہے کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی۔؟ ہمارے نزدیک حکومت کا یہ

غرض ہے کہ وہ لیسے پروپیگنڈے کو بزور روکے جس کے نتیجہ میں ایسی فضا کے پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔ جس میں لوگوں کی جانیں اور مال اور عزت و آبرو خطرے میں پڑ جائیں

گورنر پنجاب کا انتباہ

احراری لیڈروں کی ان تقریروں کے بعد عزت مآب سردار عبدالرب نشتر گورنر پنجاب نے ۳۱ دسمبر کو ملتان میں ایک تقریر کے دوران میں ایسے لوگوں کو جو افتراق انگیز تقریریں کرتے ہیں ان الفاظ میں متنبہ کیا:

"میں جانتا ہوں کہ بعض افراد اپنے پوشیدہ مقاصد کے حصول کی خاطر ملت میں پھوٹ ڈالنے کی کوشش میں ہیں۔ میں انہیں خبردار کرتا ہوں کہ وہ ان تخریبی سرگرمیوں سے باز آجائیں میں طاقت کے استعمال کو برا سمجھتا ہوں مگر ملک کے مفاد کی خاطر اگر مجھے ایسا کرنا ہی پڑیگا۔ تو اس میں کوئی تامل نہ کرونگا۔"

(زمیندار مورخہ ۲۷ جنوری ۱۹۵۱ء)

گورنر پنجاب عزت مآب سردار عبدالرب نشتر پاکستان کی ترقی و بہبودگی کے لئے ایک دردمند دل رکھتے ہیں۔ اور یہ خوشی کی بات ہے کہ وہ قائداعظم کی صحبت میں رہے ہیں۔ اور ان کی روایات کو حتی المقدور قائم رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ قائداعظم کا سب سے بڑا کارنامہ یہ تھا کہ انہوں نے مسلمانوں کے مختلف فرقوں کو سیاسیات میں متحد کر دیا۔ اور اس اتحاد کے لئے ہر ممکن قربانی کی۔ اور قائداعظم کو اس باہمی اتحاد کے پیدا کرنے اور قائم رکھنے کا جتنا جوش تھا وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ آپ نے ان احراریوں کو جو آج اپنے آپ کو مسلمانوں کا محافظ اور ان کے سیاہ و سپید کا مالک خیال کرتے ہیں۔ اور نہایت بے باکی سے اس اتحاد کو توڑنے کے درپے ہیں۔ ان کے گذشتہ کارناموں کی وجہ سے اپنے ساتھ ملانا پسند نہ فرمایا۔ چنانچہ ان کے امیر شریعت عطاءاللہ شاہ بخاری نے اپنی ایک تقریر میں کہا:۔

"میں نے قائداعظم کے بوٹ پر اپنی داڑھی رکھی لیکن وہ نہ پسیجے۔"

(آزاد ۱۴ نومبر ۱۹۵۰ء)

وہ کیونکر پسیجتے جب کہ ان کو دوست دشمن کے پہچاننے کا پورا ملکہ حاصل تھا۔ اور وہ کیونکر پسیجتے جبکہ ان کو تمہاری مسلم کشی و سیسہ کاری کا بخوبی علم تھا اور وہ کیونکر پسیجتے جب کہ تم ان کو منہ بھر کر کافر مرتد اور خارج از دائرہ اسلام قرار دے چکے تھے۔ (ملاحظہ ہو رسالہ مسٹر جناح کا اسلام اور اس کا "صلہ") اور پھر تم نے انہیں انگریزوں کا ایجنٹ اور ان کے اشارے پر چلنے والا ٹھہرایا۔ اور یہ تمہارا مایۂ ناز مگر درحقیقت بہت اوچھا وار تھا۔ اور تم نے واضح الفاظ میں اعلان کر دیا تھا کہ "احرار کا وطن لیگی سرمایہ داروں کا پاکستان نہیں" (خطبات احرار صفحہ ۱۹۹) اور صرف یہی نہیں بلکہ اپنے اقرار کے مطابق تم دوست نما دشمن کا طریق اختیار کر کے یعنی لیگ میں داخل ہو کر اس کو ناکام بنانے اور تباہ کر دینے کی کوشش کر چکے تھے۔ دیکھو اپنی بائیں ہاتھ کا نامۂ اعمال خطبات احرار اور پڑھو اس کا صفحہ ۹۵

"سرمایہ دار نظام میں گھس کر کامیاب حملہ کیا مشکل ہے؟ باوجود اس کے ہم نے لیگ میں دو دفعہ گھسنے کی کوشش کی۔ تاکہ اس پر قبضہ جمائیں۔ دونوں دفعہ قاعدے اور قانون بنا دیئے گئے تاکہ ہم بیکار ہو جائیں۔"

پس قائداعظم خوب سمجھتے تھے کہ تمہیں لیگ میں داخل کرنا مسلم لیگ سے دشمنی کے مترادف ہے۔ اس لئے انہوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمان کا یلدغ المومن من حجر واحد مرتین۔ مومن ایک سوراخ سے دو دفعہ نہیں کاٹا جاتا پر عمل کر کے تمہیں منہ نہ لگایا۔ لیکن بعد میں آنے والوں نے قائداعظم کے اس اسوہ کی جیسی کہ چاہیئے تھی پیروی نہیں کی۔ خدا اس کے برے اثرات سے انہیں بچائے۔ اور تلافی مافات کی توفیق دے۔ خوش قسمت ہے وہ حکومت جو فتنہ و فساد کی آگ کے بھڑک اٹھنے اور پھیل جانے سے پہلے پہلے اس پر قابو پا لیتی ہے۔ عرب کا ایک فیلسوف شاعر ابو العلاء المعری کہتا ہے۔

وکیف تلافی الذی فات بعد ما

تلقفہ نیران الحریق اباہ

اور اس شر کی تلافی کیونکر ہو سکتی ہے۔ جبکہ آگ جنگل کے سرکنڈوں کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لے۔ یعنی جب فساد کی آگ پھیل کر حد سے تجاوز کر جائے تو اس کا بجھانا دشوار ہو جاتا ہے۔

ایڈیٹوریل پر تبصرہ

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

مذکورہ بالا عنوان دے کر اور تعصب و عناد کے جذبات سے لبریز ہو کر ایڈیٹر صاحب آزاد نے احمدیوں اور سر محمد ظفر اللہ خان صاحب کے خلاف شدید زہر اگلا ہے۔ چنانچہ احمدیوں کے متعلق از راہ افتراء لکھا ہے۔

"ان کا قرآن الگ ان کا رسول الگ ان کا مذہب بھی ہم مسلمانوں سے قطعی الگ ہے۔"

اس کا مختصر جواب تو یہی ہے کہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ ہمارا قرآن وہی ہے جو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر آج سے چودہ سو سال پہلے نازل ہوا۔ اور ہمارے رسول سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور ہمارا مذہب وہی اسلام ہے جسے قرآن مجید نے پیش کیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے اپنی کتاب کشتی نوح میں فرماتے ہیں۔

"نوع انسان کے لئے اب روئے زمین پر کوئی کتاب نہیں مگر قرآن۔ اور تمام آدم زادوں کے لئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم۔ سو تم کوشش کرو کہ سچی محبت اس جاہ و جلال کے نبی کے ساتھ رکھو۔ اور اس کے غیر کو اس پر کسی نوع کی بڑائی مت دو تا آسمان پر تم نجات یافتہ لکھے جاؤ۔"

نیز فرماتے ہیں:۔

"عقیدہ کی رو سے جو خدا تم سے چاہتا ہے۔ وہ یہی ہے کہ خدا ایک محمد صلے اللہ علیہ وسلم اس کا نبی ہے۔ اور وہ خاتم الانبیاء ہے اور سب سے بڑھ کر ہے۔ اب بعد اس کے کوئی نبی نہیں مگر وہی جس پر بروزی طور سے محمدیت کی چادر پہنائی گئی۔ کیونکہ خادم اپنے مخدوم سے جدا نہیں۔ اور نہ شاخ اپنی بیخ سے جدا ہے پس جو کامل طور پر مخدوم میں فنا ہو کر خدا سے نبی کا لقب پاتا ہے وہ ختم نبوت کا خلل انداز نہیں۔"

(کشتی نوح)

چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب پر اعتراضات

پھر ایڈیٹر آزاد نے سر محمد ظفر اللہ خان صاحب وزیر خارجہ پاکستان کے خلاف یاوہ سرائی کی ہے اور مندرجہ ذیل سات باتیں بطور اعتراض پیش کی ہیں۔

(۱) پاکستان کا سب سے اہم کلیدی وزارت خارجہ کا منصب ہے۔ بدقسمتی سے چوہدری سر محمد ظفر اللہ ایسا غالی مرزائی اس عہدہ پر متمکن ہے۔

(۲) آج تک لوگ یہی پروپیگنڈا کرتے رہے ہیں کہ چوہدری صاحب بڑے ہی قابل ہیں۔ ہم نے ان کی قابلیت کا کبھی بھی اقرار نہیں کیا۔

(۳) "لوگ کہتے ہیں کہ وہ بڑے ایماندار ہیں ہم انہیں ایماندار بھی نہیں سمجھتے"۔

(۴) "ہماری یہ رائے کسی ضد یا تعصب کی وجہ سے نہیں"۔

(۵) "بلکہ تجربہ سے ثابت ہوا ہے کہ چوہدری صاحب نے قابلیت کے باوجود جس کام میں دخل دیا مسلمانوں کو سراسر خسارہ ہی رہا۔ باؤنڈری کمیشن سے لے کر سیکیورٹی کونسل کی آخری نشست تک قیمتی وقت رقم کثیر اور پاکستان کی آبرو کا ضیاع تو موجود ہے۔ مگر نتیجہ ہمارے سامنے ہے"۔

(۶) "جہاں ہم روز اول موجود تھے آج وہاں سے کچھ پیچھے ہی ہٹتے ہیں۔ ہمارا قدم آگے نہیں بڑھا"۔

(۷) مرزائی مبلغوں کو ملکوں میں پھیلایا جا رہا ہے۔ جگہ جگہ مرزائیت کی تبلیغ ہو رہی ہے۔ مگر اصل کام سے اس درجہ تغافل ہے کہ لوگ یہ بھی نہیں جانتے کہ دنیا کے نئے جغرافیہ میں پاکستان کہاں آباد ہے"۔

یہ ہیں سات باتیں جو علاوہ دیگر ہزلیات و لغویات کے ایڈیٹوریل میں بطور اعتراض پیش کی گئی ہیں۔

جواب

(۱) وزارت خارجہ کے منصب پر تقرر

سر محمد ظفر اللہ خان صاحب کو بغیر ان کی کسی درخواست کے وزارت خارجہ کے منصب پر متمکن کرنے والے وہی بانیٔ پاکستان قائداعظم تھے۔ جو احراری امیر شریعت کی داڑھی اپنے بوٹ پر رکھی دیکھ کر بھی نہ پسیجے تھے۔ احراری امیر شریعت کا اپنی داڑھی قائداعظم کے بوٹ پر رکھ دینا اور ان کا نہ پسیجنا اور سر محمد ظفر اللہ خان صاحب کی کسی درخواست کے بغیر پاکستان کے سب سے اہم اور کلیدی منصب وزارت خارجہ کا قلمدان ان کے سپرد کر دینا واقعی ایسی بات ہے کہ ایک احراری ایڈیٹر کو اس سے جتنی بھی بوکھلاہٹ ہو تھوڑی ہے۔ مگر ہر فہیم جانتا ہے کہ قائداعظم جیسے دقیقہ رس اور مردم شناس کے انتخاب کو بدقسمتی سے تعبیر کرنا احرار جیسے دشمنان پاکستان ہی کا کام ہو سکتا ہے۔ کیا کوئی صحیح الدماغ انسان کہہ سکتا ہے۔ کہ ایسے اہم عہدہ کے انتخاب کے واسطے قائداعظم کی شخصیت سب سے زیادہ موزوں اور احق نہیں تھی۔ بلکہ اس غرض کے لئے میاں تاج الدین صاحب انصاری کی خدمات حاصل کرنا چاہیئے تھیں۔

قائداعظم کے اس انتخاب کو جسے احراری بدقسمتی سے تعبیر کرتے ہیں تمام عقلائے دنیا نے سراہا ہے۔ چنانچہ ایسوسی ایٹڈ پریس کراچی نے سر محمد ظفر اللہ خان صاحب کے تقرر کی خبر بھیجتے ہوئے لکھا۔

"چوہدری صاحب موصوف بین الاقوامی شہرت کے مالک اور غیر معمولی خداداد قابلیتوں کے حامل ہیں۔ امید ہے کابینہ میں آپ کی شمولیت بہت ہی مفید ثابت ہوگی"۔

اور ڈان نے ۲۹ دسمبر ۱۹۴۷ء کو بحوالہ ایڈیٹوریل آپ کے تقرر کے متعلق لکھا۔

"انتخاب نہایت ہی پسندیدہ ہے۔ اسے عالمگیر تائید حاصل ہوگی۔ اور اس سے کیبنٹ کی ذہانت اور حکومت کرنے کی اہلیت میں بڑا بھاری اضافہ ہوا ہے"

اور روزنامہ احسان نے لکھا۔

"پچھلے دنوں یو۔ این۔ او کے رئیس وفد کی حیثیت سے انہوں (سر ظفر اللہ خان) نے جو کام کیا ہے۔ وہ اس بات کی بہت بڑی ضمانت ہے۔ کہ معاملات خارجہ کی اہم اور نازک ذمہ داری کو سنبھالنے کی صلاحیت ان میں پوری طرح موجود ہے"۔

جب قائداعظم نے سر محمد ظفر اللہ خان صاحب کی کسی درخواست کے بغیر وزارت خارجہ کے عہدہ کے لئے خود ان کو منتخب کیا۔ اور انہیں بلا کر یہ حکم دیا کہ یہ کام آپ کے سپرد کرتا ہوں آپ کو کرنا ہوگا۔ اور تمام دنیا نے اس انتخاب کو بنظر تحسین دیکھا۔ تو کسی کا اس کے خلاف زبان طعن دراز کرنا اپنی پاکستان دشمنی کا ثبوت دینے کے سوا اور کیا معنے رکھتا ہے۔

پاکستان کی ذہنیت بننے کو بھی ناممکن قرار دینے والے احراری چاہتے ہیں کہ سر محمد ظفر اللہ خان کے خلاف لغویات و اتہامات کا انبار لگا کر عوام الناس کی نظروں میں قائداعظم کے عالم پسند انتخاب کو مشتبہ بنا دیں۔ اور اس طرح آپ کے شہرۂ آفاق وقار و احترام کو گھٹا دیں۔ چنانچہ مجلس آزاد میں لکھتا ہے۔

"پاکستان کے کوتاہ اندیش ارباب اقتدار کی جاہلانہ مصلحت سے فائدہ اٹھا کر چوہدری ظفر اللہ خان قادیانی کو پاکستان کا وزیر خارجہ بنا لیا؟"

(آزاد ۱۱ جنوری ۱۹۵۲ء)

علاوہ ازیں سر محمد ظفر اللہ خان کے خلاف ان دشمنان پاکستان کی یہ حد سے بڑھی ہوئی افترا پردازی و بہتان طرازی اس امر کا انتقام لینے کی غرض سے بھی ہے۔ کہ قائداعظم احراری امیر شریعت کے تو داڑھی بوٹ پر رکھ دینے سے بھی نہ پسیجے۔ اور ان کو اپنے ساتھ شامل کر لینے کے روادار نہ ہوئے۔ لیکن پاکستان کے سب سے اہم کلیدی عہدہ وزارت خارجہ کا قلمدان بغیر کسی درخواست کے سر محمد ظفر اللہ خان صاحب کو سپرد کر دینے کے لئے تیار ہو گئے۔ اور بڑی خوشی و دلجمعی سے سپرد بھی کر دیا۔ احرار ٹولہ جس کے جگر میں اس کارروائی نے ناسور ڈال دیا ہے۔ اس کے انتقام کے لئے جتنا بھی چاہے ہاتھ پاؤں مارے۔ لیکن یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ آتش حسد و عناد میں جلنے سلگنے والے پھولا پھلا نہیں کرتے۔

اس جواب پر لب کشائی کی صرف ایک ہی صورت تھی کہ شیخ بشیر احمد صاحب کا بیان محضر نامہ کے مضمون سے خلاف ثابت کر دیا جاتا۔ اور اگر یہ ممکن نہ تھا۔ تو سر گریبان میں ڈال لیا جاتا۔ لیکن وہ آپ سے ممکن نہیں تھا اور اس سے آپ کی ذہنیت مانع تھی۔ اسلئے آپ نے ایک اور پہلو بدلا۔ اور ناظم اعلیٰ مجلس مرکزی شیخ حسام الدین صاحب نے سرگودھا کی تقریر میں کہا۔

"مرزائیوں نے اپنے مستقبل کے پیش نظر ہندوؤں اور انگریزوں سے مل کر ضلع گورداسپور پاکستان سے کٹوا دیا ہے" (آزاد ۳ اپریل ۱۹۵۰ء)

اب ہر عقلمند سوچ سکتا ہے کہ اگر ہندوؤں اور انگریزوں سے مل کر اور ان کے اتفاق سے ایسا کیا گیا تھا۔ تو کیا وہ اپنا مرکز قادیان اپنے ہاتھ میں نہ رکھ سکتے تھے لیکن جھوٹوں کے لئے آسان ہے کہ جو جی آیا کہہ ڈالا۔ مگر یاد رکھیں کہ آخر وہ دن بھی آنے والا ہے۔ جب خدائے عالم الغیب کے سامنے ان کذب بیانیوں کا جواب دینا ہوگا۔

اس کے بعد بھی آپ اپنے افتراء و کذب کی اشاعت کرتے رہے۔ یہاں تک کہ ۲۹ مئی ۱۹۵۰ء کو حکومت پاکستان کی سکرٹریٹ کی طرف سے آپ کو سرخ رد کرنیوالا یہ اعلان شائع ہوا۔

"یہ کہا گیا ہے۔ کہ جولائی ۱۹۴۷ء میں باؤنڈری کمیشن کے روبرو آنریبل چوہدری محمد ظفر اللہ خاں (موجودہ وزیر خارجہ پاکستان) نے مسلم لیگ کی طرف سے کیس پیش کرتے ہوئے اس بات پر اصرار کیا کہ انہیں جماعت احمدیہ کی طرف سے بھی بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔ اور پھر بحث کے دوران میں انہوں نے کمیشن سے کہا۔ کہ قادیان کو کھلا شہر قرار دیا جائے اور یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ انہوں نے دوران بحث میں اس بات پر بھی زور دیا کہ احمدیہ جماعت عام مسلمانوں سے ایک علیحدہ امتیازی حیثیت کی مالک ہے۔ پھر ان مفروضہ بیانات کی بناء پر بحث کی جاتی ہے کہ آنریبل چوہدری صاحب کی اس بحث نے کہ جماعت احمدیہ ایک علیحدہ فرقہ ہے۔ گورداسپور کے مسلمانوں کی عام آبادی کے تناسب کو کم کر دیا۔ اور کمیشن نے اس جماعت کی علیحدہ حیثیت کی وجہ سے گورداسپور کے مسلم اکثریت والے ضلع کو مسلم اقلیت کا ضلع قرار دے کر پاکستان کی حدود سے نکال دیا۔ ایوارڈ کی رو سے اُسے پاکستان میں شامل ہونا چاہیئے تھا۔

حکومت کو یہ اعتراضات سنکر سخت تعجب اور حیرت ہوئی ہے کیونکہ اسے پہلے ہی یہ علم تھا کہ ان اعتراضات میں کوئی حقیقت نہیں اور یہ اصل واقعات کے بالکل خلاف ہیں۔ لیکن اس کے باوجود حکومت نے ان اعتراضات کی پوری پوری تحقیقات کی جس نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ یہ الزامات اور اعتراضات کلیۃً بے بنیاد خلاف واقعہ اور جھوٹے ہیں۔ آنریبل چوہدری محمد ظفر اللہ خاں ہرگز جماعت احمدیہ کی طرف سے پیش نہیں ہوئے نہ آپ نے انکی طرف سے کسی کیس کی وکالت کی اور نہ انہوں نے کبھی بحث کے دوران میں وہ باتیں کہیں جو انکی طرف منسوب کی گئی ہیں"

اس باطل شکن اعلان کا احراری دیانتداری و بے تعصبی کے مخصوص علمبردار اخبار آزاد کے مدیر کی نظر سے گذرنا تھا کہ وہ پینترا بدلا اور اس طرح احراری صداقت کی داد دینی شروع کی۔

"معاصر زعماء نے مختلف شہروں میں تقریریں فرمائیں اثناء میں بر سبیل تذکرہ تقریر کی روانی اور خطابت کے جوش میں سر ظفر اللہ کا نام بھی آ جاتا۔ لیکن اصل مبحث قادیانی جماعت تھی نہ کہ ظفر اللہ کی ذات" (آزاد مورخہ یکم جون ۱۹۵۰ء)

اس تحریر میں ایڈیٹر صاحب آزاد کو دبی زبان اور گول الفاظ میں یہ تسلیم کر لینے پر تو مجبور ہونا پڑا ہے کہ زعمائے احرار نے سر ظفر اللہ خانصاحب کے متعلق جو کچھ بیان کیا ہے۔ وہ بیشک کذب صریح اور یقیناً دروغ بے فروغ ہے لیکن اپنے زعماء کی اس فتنہ انگیز غلط بیانی کو مخلوق کی نظروں میں خفیف کر دینے کے لئے یہ عذر نامعقول تراشا کہ زعمائے احرار سے یہ افتراء پردازی و دروغ بافی کی ملعون حرکت روانی تقریر و جوش خطابت میں سرزد ہوئی ہے اب اہل انصاف فیصلہ فرمائیں کہ روانی تقریر اور جوش خطابت کیا کذب صریح اور افتراء پردازی کا موجب ہوا کرتے ہیں۔

الغرض بقول ایڈیٹر اخبار آزاد احرار زعماء کی طرف سے سر ظفر اللہ خان کے خلاف جو طوفان لغویات برپا ہوا۔ وہ محض روانی تقریر اور جوش خطابت کی وجہ سے ہوا۔ لیکن ایڈیٹر صاحب آزاد نے تو کوئی تقریر نہیں کی تھی اور نہ خطبہ دیا تھا۔ پھر انہوں نے کس چیز کی روانی و جوش میں یہ افتراء اپنے اخبار میں شائع کر دیا اس افتراء پردازی اور نا کبھی صداقت شعاری کا کیا کہنا کہ سر محمد ظفر اللہ خاں کو جماعت احمدیہ کا کیس پیش کرنیوالا ٹھہرا کر اپنے تراشے ہوئے فقرات "کہ ہم اقلیت ہیں" "ہم تمام مسلمانوں سے علیحدہ ہیں" ان کی طرف منسوب کئے جائیں۔ اور یہ الفاظ آزاد میں شائع کئے جائیں "کہ ہمارے ظفر اللہ بھی آن موجود ہوئے" اور کہا کہ آج مجھے مسلمانوں کا کیس نہیں پیش کرنا ہے۔ بلکہ جماعت احمدیہ کا کیس سکھوں کے مقابلہ میں پیش کرنا ہے۔"

اور جب حکومت کی طرف سے اس مطلب کا اعلان شائع ہو کہ سر ظفر اللہ خاں کے خلاف تمام الزامات اور اعتراضات کلیۃً بے بنیاد خلاف واقعہ اور جھوٹے ہیں تو کہہ دیا جائے کہ جن زعمائے احرار نے اپنی تقریروں میں سر ظفر اللہ خاں کا نام لیا ہے انہوں نے سر ظفر اللہ سے ان کی ذات مراد نہیں لی ہے۔ بلکہ جماعت احمدیہ مراد لی ہے۔ اب زعمائے احرار اور آزاد کے مدیر صداقت شعار سے کوئی پوچھے کہ باؤنڈری کمیشن کے سامنے مسلمانوں کا کیس تو سر ظفر اللہ خاں نے پیش کیا تھا نہ کہ جماعت احمدیہ نے۔ پھر سر ظفر اللہ خاں کے نام سے جماعت احمدیہ کس طرح مراد لی جا سکتی ہے یقیناً جیسے زعمائے احرار نے سر ظفر اللہ خاں کے خلاف ایک جھوٹا الزام لگایا جس کی اشاعت مدیر آزاد نے کی۔ ویسے ہی یہ مدیر آزاد کا ایک صریح جھوٹ ہے کہ زعمائے احرار نے سر ظفر اللہ خاں کے نام سے جماعت احمدیہ مراد لی تھی۔ پھر مدیر آزاد پر یہ لازم تھا کہ وہ بتاتا کہ جماعت احمدیہ نے کب اور کس جگہ یہ لکھا ہے۔ کہ ہم اقلیت ہیں۔ اور ہم مسلمانوں سے الگ ہیں۔

بے حیا باش ہرچہ خواہی کن

حکومت کی طرف سے مندرجہ بالا اعلان ہو جانے کے بعد چاہیئے تو یہ تھا کہ احرار اس مفتریانہ پراپگنڈہ سے باز آ جاتے کیونکہ جماعت احمدیہ کی طرف سے جو میمورنڈم پیش کیا گیا تھا۔ وہ قائد اعظم اور مسلم لیگی زعماء کے مشورہ سے تھا اور اس میں درحقیقت احراری پراپگنڈے کا توڑ پیش کیا گیا تھا۔ کہ احمدی علیحدہ اقلیت ہیں۔ کیونکہ احمدیوں کو مسلمانوں سے علیحدہ اقلیت ماننے کی صورت میں ضلع گورداسپور میں غیر مسلموں کی اکثریت ہو جاتی تھی۔ کیونکہ مسلمان ۵۱ فیصدی سے کچھ زیادہ تھے اور غیر مسلم ۴۹ فی صدی سے کچھ کم۔ اور احمدیوں کو علیحدہ اقلیت تسلیم کرنے کی صورت میں مسلمان کوئی ۴۹ فی صدی رہ جاتے تھے اور اس صورت میں ضلع گورداسپور کسی صورت میں بھی پاکستان میں نہیں رہ سکتا تھا۔ اور آزاد خود تسلیم کرتا ہے۔ کہ

"کشمیر کا جھگڑا صرف اسلئے پاکستان کے لئے باعث تکلیف بنا ہوا ہے۔ کہ گورداسپور پاکستان سے الگ ہو گیا" (آزاد [illegible] ۱۹۵۱ء)

چونکہ احرار باؤنڈری کمیشن کے فیصلے تک قیام پاکستان کی کھلم کھلا مخالفت اور اس کی آخر میں بیٹھے منصوبہ پاکستان کے معرض وجود میں آ جانے کی وجہ سے پھر بیٹھے تھے۔ اسلئے ان کے اس پراپگنڈے کا کہ احمدی مسلمانوں سے ایک علیحدہ اقلیت ہیں۔ کیونکہ اس صورت میں ضلع گورداسپور کی پاکستان میں شمولیت کا کوئی امکان ہی نہ تھا اور کشمیر کا جھگڑا یقینی تھا۔ جواب دینے کے لئے میمورنڈم کا پیش کرنا ضروری سمجھا گیا جس میں دلائل کیساتھ یہ ثابت کیا گیا۔ کہ ضلع گورداسپور میں چونکہ مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ اسلئے اس کا پاکستان سے الحاق لازمی اور ضروری ہے۔ لیکن بقول خود یہ دیانتدار احراری ہاں ضد و تعصب کے معصوم احراری اب تک بھی اپنے مفتریانہ اور من گھڑت افسانہ کی اشاعت کر رہے ہیں چنانچہ آزاد ۲۰ جنوری ۱۹۵۱ء کے اشو میں لکھتا ہے "تقسیم ہند کے وقت بھی مرزائیوں نے یہی بات کہی تھی کہ ہمارا مذہب مسلم لیگ سے جدا ہے۔ اور انہوں نے اپنے مشن اور اپنے قادیان کا کیس جدا پیش کیا تھا۔ جسکے نتیجے میں گورداسپور مسلم اکثریت سے اقلیت میں تبدیل ہو گیا۔"

میں ان معزز قارئین سے جو جماعت میں داخل نہیں ہیں بادب گذارش کروں گا۔ کہ وہ ان احراری لیڈروں سے دریافت کریں کہ اگر وہ جماعت احمدیہ پر الزام لگانے میں سچے ہیں تو ریڈکلف کے فیصلہ میں سے یہ دکھائیں کہ چونکہ احمدیوں نے اپنے آپ کو مسلمانوں سے علیحدہ اقلیت قرار دیکر مسلمانوں کی اکثریت کو اقلیت میں تبدیل کر دیا تھا۔ اسلئے میں نے اعلان کردہ پالیسی کے مطابق گورداسپور کو ہندوستان میں شامل کر دیا ہے۔ لیکن اگر وہ یہ نہ دکھا سکیں اور ہرگز نہ دکھا سکیں گے کیونکہ ریڈکلف نے other factors کی آڑ لیکر گورداسپور کی تین تحصیلوں کو ہندوستان میں شامل کیا تھا نہ اس وجہ سے کہ گورداسپور میں مسلمان اقلیت میں ہیں۔ تو کیا قائدین احرار میں سے کوئی ایمانی جرأت دکھا کر ان کے جھوٹا ہونے کا اعلان کرے گا؟ ہم تو احرار کی اس عناد اور تعصب کو دیکھکر یہی کہتے ہیں جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اذا لم تستحی فاصنع ما شئت۔

(۵)
سر ظفر اللہ خانصاحب کی کامیابی

ایڈیٹر آزاد لکھتا ہے "چوہدری صاحب نے قابلیتوں کے باوجود جس کام میں دخل دیا مسلمانوں کو سراسر خسارہ ہی ہوا۔ باؤنڈری کمیشن سے سکیورٹی کونسل کی آخری نشست تک قیمتی وقت مسئلہ کشمیر اور پاکستان کی آبرو کا ضیاع تو موجود ہے مگر نتیجہ ہمارے سامنے ہے"

آپکی آنکھ کو وہ عظیم کامیابی نظر نہیں آ سکتی جو چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب کو اس کام میں ہوئی جو انکے سپرد کیا گیا باؤنڈری کمیشن کے سامنے چوہدری صاحب نے جس غیر معمولی قابلیت اور لیاقت سے مسلم لیگ کا کیس پیش کیا اور ضلع گورداسپور کو مغربی پنجاب میں شامل کر دینے کے لئے جو ناقابل تردید دلائل دئے ان کا علم ان ایام کے روزنامہ اخبارات سے حاصل ہو سکتا ہے۔ اخبارات نے یکزبان ہو کر سر محمد ظفر اللہ خان کی تعریف کی۔ چنانچہ اخبار "نوائے وقت" نے باؤنڈری کمیشن کے اجلاسات کے خاتمہ پر لکھا

"چوہدری محمد ظفر اللہ خاں کی خدمات:- حد بندی کمیشن کا اجلاس ختم ہو ..... چار دن چوہدری سر محمد ظفر اللہ خانصاحب نے مسلمانوں کی طرف سے نہایت مدلل نہایت فاضلانہ اور نہایت معقول بحث کی۔ کامیابی بخشنا خدا کے اختیار میں ہے مگر جس خوبی اور قابلیت کے ساتھ سر ظفر اللہ خانصاحب نے مسلمانوں کا کیس پیش کیا۔ اس سے مسلمانوں کو اتنا اطمینان ضرور ہو گیا کہ ان کی طرف سے حق و انصاف کی بات نہایت مناسب اور احسن طریقہ سے ارباب اختیار تک پہنچا دی گئی ہے۔ سر ظفر اللہ خانصاحب کو کیس کی تیاری کیلئے بہت کم وقت ملا۔ مگر اپنے خلوص اور قابلیت کے باعث انہوں نے اپنا فرض بڑی خوبی سے ادا کیا۔ ہمیں یقین ہے۔ کہ پنجاب کے سارے مسلمان بلا لحاظ عقیدہ انکے اس کام کے معترف اور شکر گذار ہوں گے" (نوائے وقت مورخہ یکم اگست ۱۹۴۷ء)

پس چوہدری صاحب کے جو کام سپرد کیا گیا تھا۔ وہ آپ نے نہایت کامیابی کیساتھ ادا کیا۔ فیصلہ کرنا آپکے بس کی بات نہ تھی۔ وہ ریڈکلف نے کرنا تھا۔ اس نے جب دیکھا کہ مسلم لیگ کی طرف سے کیس نہایت مدلل طریق سے پیش کیا گیا ہے اور اس میں کوئی گنجائش نہیں رہی کہ اکثریت والی وہ اعلان شدہ پالیسی کے مطابق وہ کوئی حصہ گورداسپور کا جسمیں اکثریت مسلمانوں کی ہے۔ کاٹ کر ہندوستان کو دے۔ تو اس نے تمام کارروائی کو ایک طرف رکھتے ہوئے خود اپنی طرف سے other factors کی آڑ لے کر نہروں اور دریاؤں کو درمیان میں لا کر ایک باؤنڈری قائم کر دی اور عقل و انصاف اور دیانت اور ۳ جون کے اعلان کے سراسر خلاف فیصلہ دیا۔ چنانچہ قائد اعظم نے اس فیصلہ کے متعلق ۳۰ اگست ۱۹۴۷ء کو لاہور کے ایک عظیم الشان جلسہ میں یہ ریمارک کئے۔

"یہ فیصلہ سراسر غیر منصفانہ ناقابل فہم اور بددیانتی پر مبنی ہے اس فیصلہ کی حیثیت محض سیاسی ہے قانونی نہیں"

احراری لیڈر بتائیں۔ کہ قائد اعظم نے ریڈکلف کے فیصلہ کو سراسر غیر منصفانہ اور ناقابل فہم اسلئے قرار دیا۔ کہ چوہدری صاحب نے مسلم لیگ کے کیس کو صحیح طور پر پیش نہیں کیا تھا یا یہ کہ احمدیوں نے اپنے آپکو مسلمانوں سے علیحدہ اقلیت بتا کر مسلمانوں کی اکثریت کو اقلیت میں تبدیل کر دیا تھا یا اسلئے کہ ان دونوں صورتوں میں سے کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔ اور چوہدری صاحب نے مسلم لیگ کے کیس کو ایسے رنگ میں پیش کیا تھا کہ ریڈکلف کا فیصلہ انصاف اور دیانت سے دیا ہی نہیں جا سکتا تھا۔ شاید احرار کو جو اسوقت ہندوؤں اور سکھوں کے بورڈوں پر اپنی [illegible] رہے ہونگے۔ یہ معلوم نہیں کہ سکھ تو سارا مغربی پنجاب کو لینا چاہتے تھے۔ اور کم از کم ان کی یہ خواہش تھی کہ پنجاب ننکانہ کا علاقہ انکے سپرد کر دیا جائے۔ مگر چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب کی قابلیت کے سامنے ان کی کوئی پیش نہ گئی۔

احرار کا الزام ہے کہ چوہدری صاحب نے باؤنڈری کمیشن کے سامنے مسلم لیگ کی وکالت صحیح طور پر نہ کی جسکی وجہ سے کامیابی نہ ہوئی لیکن برخلاف اسکے قائد اعظم اور مسلم لیگ اور مسلم پریس نے آپ کی تعریف کی اور جس خوبی کے ساتھ آپ نے مسلم لیگ کے کیس کو پیش کیا تھا اسکے لئے آپکا شکریہ ادا کیا۔ چنانچہ اسکے بعد ستمبر ۱۹۴۷ء میں جب یو این او میں فلسطین کا کیس پیش کرنے کا مرحلہ پیش آیا تو قائد اعظم کی نظر انتخاب سر ظفر اللہ خاں پر پڑی اور آپ کو

پاکستانی وفد کا لیڈر بنا کر یو۔ این۔ او کے اجلاس میں شمولیت کے لئے بھیجا گیا۔ پہلے تو آپ نے پاکستان کو "مجلس اقوام متحدہ" کا ممبر بنوایا۔ اور ۲۶ ستمبر ۱۹۴۷ء کو پہلی مرتبہ مجلس اقوام متحدہ میں پاکستان کی آواز سر محمد ظفر اللہ خاں صاحب کی زبانی سنائی گئی۔ یو۔ این۔ او کے ایجنڈے میں فلسطین کا مسئلہ بھی زیر غور تھا۔ ۱۱ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو رائٹر ایجنسی کے خاص نامہ نگار نے لیک سکسیس سے یہ تار بھیجا:۔

"اقوام متحدہ کی جو کمیٹی مسئلہ فلسطین کے حل کرنے کے لئے مقرر ہوئی تھی۔ اس میں پاکستانی وفد کے لیڈر سر محمد ظفر اللہ خاں کی تقریر کے بعد ایک تعطل پیدا ہو گیا ہے۔ اکثر ممبران پر سکتے کا عالم طاری ہے۔ اور وہ اس سلسلے میں اظہار خیالات کرنے سے گریز کر رہے ہیں۔ امریکن نمائندے نے یوں خاموشی اختیار کی کہ اس سے پہلے اقوام متحدہ کے اجلاسوں میں اس قسم کے واقعہ کی کوئی نظیر نہیں ملتی"۔

اس پر عرب ممالک سے شاہ یمن اور وزیر خارجہ عراق وغیرہ نے برقی پیغامات کے ذریعہ قائد اعظم کو مبارکباد پیش کرتے ہوئے کہا۔

"مسئلہ فلسطین پر پاکستان نے نہایت احسن طریق سے عربوں کی حمایت کی ہے۔ اس طرح تمام عرب ممالک پاکستان کے زیر احسان ہو گئے ہیں"۔

یہ پاکستانی وفد جس کے لیڈر سر محمد ظفر اللہ خاں تھے نہایت کامیاب و کامران اور بقول احرار ناکام ہو کر واپس پاکستان پہنچا۔ مگر قائد اعظم اور اس وقت کی حکومت پاکستان حسب منشائے تحریرات احرار کچھ ایسے بدحواس نہ ہوئے تھے کہ اس ناکامی و نامرادی کے صلہ میں ۲۷ دسمبر ۱۹۴۷ء کو سر محمد ظفر اللہ خاں صاحب کو وزارت خارجہ پاکستان کے منصب پر متمکن کر دیا۔

مسئلہ کشمیر اور وزیر خارجہ پاکستان

جب سر محمد ظفر اللہ خاں صاحب نے وزارت خارجہ کا چارج لیا تو ہندوستان کشمیر کا کیس یو۔ این۔ او میں لے گیا۔ سر محمد ظفر اللہ خاں صاحب نے اس رنگ میں ہندوستانی کیس کی دھجیاں اڑائیں اور پاکستان کے دعاوی کو اس خوبصورتی اور معقولیت کے ساتھ پیش کیا کہ ہندوستانی نمائندے مسٹر آئینگر کو یو۔ این۔ او سے التواء کی درخواست کر کے ہندوستان واپس آنا پڑا۔ اور اس سے پاکستان کی صداقت اور معقولیت کا سکہ تمام عالم پر بیٹھ گیا۔

چنانچہ لنڈن ٹائمز نے ۱۷ فروری ۱۹۴۸ء کو مقالہ افتتاحیہ میں اس کونسل کی بحث پر رائے زنی کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:۔

"اس کونسل میں بحث نے جو رخ اختیار کیا۔ اس سے ہندوستانی تخیل اور فکر کو سخت صدمہ پہنچا ہے۔ ہندوستان اپنے کیس کو اس درجہ مضبوط سمجھتا تھا۔ گویا وہ ہر قسم کی تردید و تغلیط سے بالا تھا اور اسے یقین تھا کہ جمعیت اقوام فوری طور پر پاکستان کو سرزنش کرے گی اور کشمیر کے معاملہ کو سمجھنے میں ہندوستان کو آزاد چھوڑ دے گی۔۔۔۔۔۔ لیکن چودھری سر محمد ظفر اللہ خاں نے کمال قابلیت سے پاکستان کی طرف سے اس طرح صفائی پیش کی کہ اس کونسل کے اکثر ممبران پر واضح ہو گیا کہ ہندوستان کی طرف سے معاملات کو مکمل صورت میں پیش نہیں کیا گیا۔

پاکستان کے وزیر خارجہ نے اپنے نقطہ نظر کی وضاحت اس درجہ خوش اندازی میں کی کہ کونسل اس کے استدلال سے مرعوب ہو گئی"۔

اور پاکستانی اخبارات نے بھی سر محمد ظفر اللہ خاں کی اس خدمت کو بہت سراہا۔ چنانچہ روزنامہ احسان لاہور نے لکھا ہے:۔

"یہ امر ہر لحاظ سے باعث مسرت ہے کہ کشمیر کے مسئلہ پر ہندوستانی مقدمہ کے تار و پود بکھیر کر پاکستانی وزیر خارجہ نے ساری دنیا پر واضح کر دیا ہے۔ کہ ہندوستان کا کشمیر سے کوئی تعلق نہیں۔ اس کے برخلاف پاکستان کا کشمیر سے جغرافیائی، اقتصادی، مذہبی اور قدرتی وفنی رسے جبیبنہ کا قریب ترین تعلق ہے۔ ۔ لیے چھ گھنٹہ تقریر کرنا بھی دنیا کی سب سے بڑی انجمن میں کوئی آسان کام نہیں۔ اس سے مقرر کی غیر معمولی قوت تقریر اور محنت ہی کا اندازہ نہیں ہوتا بلکہ خود مسئلہ زیر بحث کی صداقت بھی آشکار ہوتی ہے۔ کیونکہ معاملات کے واقف کار لوگ بخوبی جانتے ہیں کہ جب تک موضوع میں جان نہ ہو محض لفظی جمع خرچ سے کام نہیں چلتا۔ چودھری ظفر اللہ خاں نے اپنے دعویٰ کے ثبوت میں ٹھوس حقائق و واقعات پیش کئے"۔

(احسان مورخہ ۱۷ فروری ۱۹۵۱ء)

اور پنجاب کے وزیر خزانہ نے ۱۹ مارچ ۱۹۴۹ء کو پنجاب اسمبلی میں تقریر کرتے ہوئے کہا:۔

"پاکستان کی تعمیر و استحکام کے سلسلے میں حضرت قائد اعظم کے بعد میرے خیال میں جن دو بڑی شخصیتوں نے کام کیا ہے ان میں پہلا نام ہمارے امور خارجہ کے وزیر سر محمد ظفر اللہ خاں کا ہے اور دوسرا وزیر خزانہ مسٹر غلام محمد کا ہے۔ سر ظفر اللہ خاں نے ساری دنیا پر آشکار کر دیا ہے کہ پاکستان ایسے بلند دماغ اور شاندار مقرر اور اپنی حکومت کے سچے خادم رکھتا ہے جن کے سامنے دنیا کی زبانیں گنگ ہو جاتی ہیں"۔

یہ تین حوالے اس امر کے ثابت کرنے کے لئے کافی ہیں کہ وزیر خارجہ پاکستان کو ہندوستانی نمائندے کے مقابلہ میں خدا تعالیٰ نے نمایاں فتح عطا کی۔ ہم حکومت پاکستان کا مطالبہ یہ تھا کہ کشمیر کے الحاق کا فیصلہ غیر جانبدارانہ آزادانہ رائے شماری سے ہو۔ وزیر خارجہ پاکستان سیکورٹی کونسل سے اسی قسم کا ریزولیوشن پاس کرانے میں بھی کامیاب ہو گئے۔ اس ریزولیوشن کی تنفیذ وزیر خارجہ کے اختیار میں نہ تھی بلکہ یو۔ این۔ او کے ہاتھ میں تھی۔ وزیر خارجہ اپنے مشن میں کامیاب ہو گئے۔ اور اس کے بعد حکومت پاکستان کے نمائندہ ہونے کی حیثیت سے آپ پاکستانی حکومت کے نقطہ نظر کو نہایت قابلیت سے پیش کرتے رہے۔ اگر یو۔ این۔ او کی طرف سے کشمیر میں آزادانہ رائے شماری کے متعلقہ ریزولیوشن کی تعمیل میں تاخیر ہوتی ہے تو اس کے اس رویہ پر احتجاج کا طریق ایک تو یہ ہو سکتا تھا کہ یو۔ این۔ او سے اپنا تعلق قطع کر لیا جاتا۔ اور ایسا کرنا وزیر خارجہ کے اپنے اختیار میں نہیں ہے دوسرا طریق یہ تھا کہ یو۔ این۔ او پر اخلاقی دباؤ ڈالا جاتا اور یہ کام وزیر خارجہ اپنی حکومت کی متعلقہ طے شدہ پالیسی کے مطابق نہایت عمدگی سے کرتے رہے۔

پس یہ ایک حقیقت ہے کہ سر محمد ظفر اللہ خاں صاحب کے جو کام بھی سپرد کیا گیا۔ اس میں انہیں اللہ تعالیٰ نے کامیابی عطا فرمائی۔

―― (۶) ――

کوئی ترقی نہیں ہوئی

مدیر ایڈیٹر آزاد لکھتا ہے:۔

"ہم جہاں روز اول موجود تھے۔ آج وہاں سے کچھ پیچھے ہٹے ہیں۔ ہمارا قدم آگے نہیں بڑھا"۔

اس افترا کی تردید خود فضیلت مآب سردار عبد الرب نشتر گورنر پنجاب نے احرار کی کانفرنس کے بعد ۱۷ دسمبر کو ملتان میں ہی کر دی تھی۔ چنانچہ زمیندار لکھتا ہے۔

"گورنر پنجاب نے معترضین کے اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ معترضین کا یہ عذر کہ پاکستان ترقی نہیں کر رہا۔ سراسر غلط ہے"۔

(زمیندار ۲۱ جنوری ۱۹۵۱ء)

مسٹر براؤن نمائندہ ڈیلی ٹیلیگراف نے ۲۰ اکتوبر ۱۹۴۹ء کو بی بی سی سے ایک تقریر نشر کی جس میں انہوں نے پاکستان کے متعلق کہا:۔

"اس اعلان کے بعد کہ ہندوستان کی تقسیم تاریخ کے اہم عجوبوں میں سے تھی۔ آج تقریباً دو سال کے بعد ہم اسے ایک طاقتور حکومت۔ ایک وفا شعار قوم۔ ایک منظم فوج۔ ایک مفید تجارتی اندوختہ۔ اجناس خوردنی کی وافر مقدار اور باقاعدہ تجارت کا حامل پاتے ہیں"۔

(نوائے وقت ۲۳ اکتوبر ۱۹۴۹ء)

مسٹر براؤن تقسیم ہند کے وقت اور فسادات کے ایام میں اور پاکستان کے قیام کے بعد پاکستان میں ڈیلی ٹیلیگراف کے رپورٹر تھے۔ اس لئے ان کی رائے کوئی معمولی رائے نہیں ہے۔ دشمنان پاکستان احرار کو چھوڑ کر بقیہ ہر پاکستانی یہی کہے گا کہ پاکستان نے خدا تعالیٰ کے فضل سے اپنے قیام کے دن سے آج تک قابل رشک ترقی کی ہے۔ اور نہایت قلیل عرصہ میں حکومات عالم میں ایک ممتاز حیثیت حاصل کر لی ہے۔ لیکن احرار جن کا مقصد پاکستانیوں میں تفرقہ پیدا کر کے پاکستان کو کمزور کرنا ہے وہ تو پاکستانیوں کو پست ہمت بنانے کے لئے یہی کہیں گے کہ پاکستان بجائے ترقی کرنے کے رو بتنزل ہے۔ لیکن اعدائے پاکستان اپنے ایسے اعلانوں سے حقیقت پر پردہ نہیں ڈال سکتے۔

―― (۷) ――

تبلیغ احمدیت

ایڈیٹر آزاد نے ہیگ کے مبلغ کی ایک رپورٹ الفضل سے نقل کی ہے جس میں یہ درج ہے کہ سر محمد ظفر اللہ ہیگ تشریف لے گئے۔ مبلغ ہیگ نے وہاں ان کے لیکچر کا انتظام کیا اور مکرم چودھری صاحب نے اسلام کے مختلف پہلوؤں پر ڈیڑھ گھنٹہ تقریر فرمائی۔ اس رپورٹ کی بنا پر ایڈیٹر آزاد نے یہ اعتراض کیا ہے کہ جگہ جگہ مرزائیت کی تبلیغ ہو رہی ہے مگر اصل کام سے اس درجہ تغافل ہے کہ لوگ یہ بھی نہیں جانتے کہ پاکستان کہاں آباد ہے۔

یاد رہے کہ بیرونی ممالک کے لئے مبلغین کا تقرر مرکز جماعت احمدیہ کی طرف سے ہوتا ہے اور امریکہ، افریقہ، یورپ وغیرہ ممالک میں پاکستان بننے سے بہت پہلے کے احمدیہ مشن موجود ہیں۔ اور پاکستان کے معرض وجود میں آنے پر جبکہ دنیا پاکستان سے ناواقف تھی سب سے پہلے احمدی مبلغین نے مختلف ممالک میں پاکستان کا تعارف کرایا۔ ہمارے پاس اس کے ثبوت کے لئے پاکستانی حکومت کے نمائندوں کے ایسے خطوط موجود ہیں۔ جن میں انہوں نے احمدی مبلغین کی اس خدمت کا اعتراف کیا ہے۔

رہا چودھری صاحب کا اسلام کی خوبیوں پر تقریر کرنا تو یہ کوئی قابل اعتراض بات نہیں ہے۔ یو۔ این۔ او کے اجلاسات میں جو مختلف ممالک کی مختلف حکومتوں کے نمائندوں کو ملتے ہیں وہ ان دنوں کو گذارنے کے لئے اپنے سیر و تفریح کے پروگرام بناتے ہیں اور مختلف مقامات پر جاتے ہیں۔ اور اپنے اپنے مذاق کے موافق مشاغل میں یہ ایام گذارتے ہیں۔ پھر اگر سر محمد ظفر اللہ خاں نے ہیگ جیسی اور مقام پر اسلام کے مختلف پہلوؤں پر ایک لیکچر کے ذریعہ روشنی ڈالی اور مخالفین اسلام کو اس کی خوبیوں سے آگاہ کیا تو احرار کے سینے پر کیوں سانپ لوٹ جاتا ہے۔ کیا اس کی وجہ یہ نہیں کہ یہ احراری ٹولی جنہوں نے اپنی عمر مسلمانوں کی مخالفت اور ہندو نوازی میں گذاری درپردہ اسلام کے دشمن ہیں۔ ہر سچا بہی خواہ اسلام چودھری صاحب کے اس جذبہ اخلاص و محبت کی جو انہیں دین اسلام سے ہے تعریف کرے گا کہ وہ وقفہ کے ایام بجائے لہو و لعب میں گذارنے کے

خدمتِ اسلام میں صرف کرتے ہیں۔ اگر دوسرے وزراء اور کارکنانِ حکومت کو اسلام کی خوبیوں پر تقریر کرنے کی درخواست کی جائے تو کیا وہ اسے بُرا منائیں گے؟ یا ایسا کرنے کو موجبِ ثواب سمجھ کر تقریر کریں گے۔

لیکن احرار اگر تبلیغ اسلام پر اعتراض کریں تو توان کے لئے روا ہے۔ کیونکہ وہ اس کو بے باکانہ اعلان کرتے ہیں جیسا کہ مفکرِ احرار چودھری افضل حق لکھ چکے ہیں

"میں نے سینکڑوں تقریروں میں اسلام کے محاسن وضاحت بیان ہوتے سنے ہیں مگر کسی احرار لیڈر کو یہ کہتے نہیں سنا کہ مسلمانو! تم بھی اپنے دینی اور تبلیغی فرض کو ادا کرو۔ اور غیر مسلموں کو اسلام کا تحفہ پیش کرو۔"

(زمزم ۷ اگست سنہ ۱۹۵۱ء)

ایڈیٹر آزاد کا یہ افترا کہ لوگ یہ بھی نہیں جانتے کہ دنیا کے جغرافیہ میں پاکستان کہاں آباد ہے۔ اتنا واضح اور کھلا افترا ہے کہ اس کی تردید کی بھی ضرورت نہیں۔ وزیر خارجہ پاکستان نے یو۔این۔او میں جو تقریریں کیں ان کی گونج ساری دنیا میں پھیلی اور تمام دنیا کے اخبارات میں پاکستان کا ذکر سینکڑوں بار شائع ہوا۔ ڈاکٹر اقبال شیدائی نے مختلف ممالک کے دورہ کے بعد یہ بیان دیا تھا کہ پاکستان کی شہرت جو دوسرے ممالک میں ہوئی ہے۔ اس میں سب سے بڑا حصہ وزیر خارجہ پاکستان کا ہے۔ پھر وزیر اعظم امریکہ گئے۔ اور کئی بار انگلستان گئے۔ ان کے سفر اور مذاکرات کے متعلق بھی تمام دنیا کے پریس میں خبریں شائع ہوئیں۔ پھر ان احراری دشمنانِ پاکستان کا یہ کہنا کیونکر درست ہو سکتا ہے کہ لوگ یہ بھی نہیں جانتے کہ دنیا کے نئے جغرافیہ میں پاکستان کہاں آباد ہے؟

درخواستہائے دُعا

میرا بھانجا عزیزم مجید احمد صاحب سیکرٹری مال لاہور جو بعارضہ خرابی آنکھوں اور جگر کی عوارض میں مبتلا تھے اور حالت تشویشناک تھی۔ وہ محض خدا کے فضل اور حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ اور مخلصین سلسلہ کی دردمندانہ دعاؤں سے دوبارہ زندگی پا چکے ہیں۔ مزید دعاؤں کے محتاج ہیں۔ احباب خصوصیت سے بالالتزام دعا جاری رکھیں

خاکسار سید ولایت شاہ انسپکٹر وصایا

(۲) میرا لڑکا عرصہ سے بیمار ہیں۔ احباب دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں جلد از جلد صحت کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے۔

محمد اعظم جونا دی حسوت بلڈنگ لاہور

الفضل میں اشتہار دینا کلید کامیابی ہے

دوسرے مسلمان غلط کار تھے

"ہم نے کسی وقت بھی غلط مشورہ یا غلط بات نہیں کہی"

تاج الدین انصاری صدر مجلس احرار کی تقریر پر تبصرہ

ملتان کانفرنس میں تاج الدین انصاری ایڈیٹر آزاد نے جو تقریر کی اس کا خلاصہ انہی کے الفاظ میں یہ ہے "ہم نے کسی وقت بھی غلط مشورہ یا غلط بات نہیں کہی۔ لیکن مسلمانوں نے ہم پر پتھر برسائے۔ گالیاں دیں۔ ہمیں غدار کہا۔"

(۱) گویا جب احرار نے نہرو رپورٹ کی تائید کی اور مخلوط انتخاب پر زور دیتے ہوئے تا ہندو اپنی اکثریت کے بل پر برسرِ حکومت رہیں۔ تو اس وقت ان کا مشورہ صحیح تھا۔ اور بقیہ مسلمان جو جداگانہ انتخاب کے حامی تھے غلط کار تھے۔

(۲) جب مولانا محمد علی صاحب رئیس الاحرار جنہوں نے کانگرس کے ساتھ مل کر قید و بند کی صعوبتیں برداشت کی تھیں اور آخر کار اپنے ذاتی تجربہ کے بعد یہ سمجھ کر کہ کانگرس در حقیقت ہندو مفاد کو مدنظر رکھتی ہے سنہ ۱۹۲۸ء میں اس سے علیحدہ ہو گئے تھے۔ اسی طرح قائد اعظم بھی جو ایک مدت تک کانگرس کے ساتھ رہ کر آخر اسی نتیجہ پر پہنچے کہ کانگرس ہندوؤں کی ترجمان ہے اور اس سے الگ ہو گئے تو اس وقت وہ غلط کار تھے۔ لیکن احرار حق پر تھے۔ جن کے امیر شریعت نے یہ مشورہ دیا تھا۔

"مسلمانو! ہوشیار رہو۔ یہ غلط اور خطرناک الزام کہ مسلمان کانگرس سے الگ رہیں اور وہ صرف ہندوؤں کی ترجمان ہے۔ بہت بڑے ابلیس کا پروپیگنڈا ہے اس کا مقصد ہماری عدیم المثال قربانیوں کو ذبح کر کے جدوجہد کی تاریخ سے ہمارا نام مٹانا ہے۔"

(سوانح حیات سید عطاء اللہ شاہ بخاری ص...)

(۳) احرار کے نزدیک جب مسلمانوں نے پاکستان کی سکیم بنائی تو وہ غلط کار تھے۔ اور وہ خود جو پاکستان اور مسلم لیگ کے دشمن تھے۔ جنہوں نے اپریل سنہ ۱۹۳۹ء کو پشاور کی احرار کانفرنس میں یہ قرارداد پاس کی تھی حق پر تھے

"آل انڈیا احرار پولیٹیکل کانفرنس کا یہ اجلاس پاکستان کے نام سے اس قسم کی تمام سکیموں کے خلاف ہے جن کا مقصد یہ ہو کہ ہندو اور مسلمان کو ہندو انڈیا اور مسلم انڈیا کے جھگڑوں میں پھنسا کر کے مشترکہ جنگ آزادی سے روک دیا جائے۔"

(ہمارے فرقہ وارانہ فیصلے کا استدلال مؤلفہ مظہر علی اظہر ص ۱۷۲)

(۴) جب مسلمان مسلم لیگ کی تائید کر رہے تھے۔ اور کہہ رہے تھے کہ چونکہ مسلمانوں کی اکثریت مسلم لیگ کی طرف ہے اس لئے حکومت کے نزدیک مسلم لیگ ہی مسلمانوں کی واحد نمائندہ ہو سکتی ہے۔ اور تمام اسلامی جماعتوں اور گروہوں کو اس کی تائید کرنی چاہیئے اور احرار کو بھی تعاون کے لئے بلایا جا رہا تھا۔ تو اس وقت احرار کے نزدیک سب مسلمان غلط کار تھے اور مجلس احرار کا نصیر ہی صحیح اور درست تھا جو انہوں نے سنہ ۱۹۳۴ء میں کیا تھا۔

"احرار کا کوئی ممبر مسلم لیگ کا ممبر نہیں ہو سکتا۔ ملکی اور بیرون ملکی سیاست کے بارے میں ہمارا اور عام مسلم لیگی رہنماؤں کا نظریہ اور طریق کار عموماً اس قدر مختلف چلا آیا ہے کہ ذہنی اور عملی اعتبار سے ادغام کا امکان بہت کم ہے۔ ہمارے فرقہ وارانہ فیصلہ کا استدراج ص ۹۹) اور جن کے امیر شریعت نے ۳۰ جون سنہ ۱۹۳۳ء کو زیر صدارت چوہدری افضل حق صاحب مجلس احرار باغبانپورہ کے زیر اہتمام چوک دہلیہ میں یہ اعلان کیا تھا ... ...

... ... ہیں مسلمان

... ...

"مسلم لیگ ... کو شوں اور رجعت پسندوں کی جماعت ہے۔ اس کا مقصد ملک میں غیر ملکی اقتدار کو مستحکم کرنا ہے۔ اس کے باوجود ہم سے کہا جاتا ہے کہ ہم مسلم لیگ میں شامل ہو جائیں۔ ... مسلم لیگ اور احرار ... میں بعد المشرقین ہے۔"

(سوانح ... بخاری بحوالہ زمزم لاہور ص...)

پھر احراری لیڈروں نے ملاپ کے رپورٹر سے کہا:-

"مسٹر جناح اور ... مسلم لیگ سب انگریز کی مرہون منت ہیں۔ اور انگریزوں کے اشارے پر ناچ رہے ہیں۔" (ملاپ ۱۳ اگست سنہ ۱۹۴۲ء)

پھر ۲۱ دسمبر ۱۹۴۵ء کو میرٹھ میں بخاری نے کہا:-

"پاکستان کے دونوں اجزا الگ الگ ہوں گے درمیان میں ہندو ہو گا جو مسلمان سے بہتر ہے۔ اور مسلمان ... ہیں۔" (حیات محمد علی جناح مؤلفہ رئیس احمد جعفری)

... آج ان کے لیڈر انصاری صاحب کہہ رہے ہیں کہ ... سب مسلمان غلط کار تھے اور ہم ہمیشہ حق پر ... ان کی دلیل جیسا کہ ان کے امیر شریعت بخاری ... کی ہے یہ تھی۔

"ہم سے کہا جاتا ہے کہ جدھر اکثریت ہو ادھر تم بھی چلو اور اکثریت کا ساتھ دو۔ ہم اکثریت نہیں چاہتے۔ ہمیشہ اقلیت حق پر ہوتی آئی ہے۔ تم ہمیں کیوں مجبور کرتے ہو کہ اکثریت کا ساتھ دیں۔ کیا مولانا حسین احمد کے مقابلہ میں مسٹر جناح کو ترجیح دوں۔ جو بے دھڑک خلاف شرع دعوتوں میں شرکت کرتے ہیں۔ ہم نام نہاد اکثریت کی تابعداری نہیں کریں گے۔ کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ اکثریت باطل پر ہے۔" (بحوالہ زمزم لاہور ۳۰ اپریل سنہ ۱۹۳۹ء سوانح حیات بخاری ص ۱۱۶)

(۵) قضیہ مسجد شہید گنج:- پھر انصاری صاحب تقریر کی روانی اور خطابت کے جوش میں کہتے ہیں:

"اے دوستو! تمہیں بتاؤ ہم نے مسجد شہید گنج کے قضیہ میں کیا کیا تھا؟ ہم شرمندہ کرنا نہیں چاہتے ...... ان دنوں اے دوستو آپ نے ہم پہ کیا الزام نہیں تراشا ...... اور اب دیکھئے یہ حقیقت کس طرح ابھر ابھر کر بول رہی ہے میں دیکھ رہا ہوں کہ حالات کے صحیح مطالعہ سے آپ شرمندگی اور ندامت محسوس کرتے ہیں۔"

اے مسلمانو! کیا تم نے مسجد شہید گنج کے سلسلہ میں جو قربانیاں کی تھیں وہ سب رائیگاں گئیں اور کیا تم آج ان قربانیوں پر شرمندہ ہو؟ اور کیا تم خیال کرتے ہو کہ احرار جنہوں نے سکھوں اور ہندوؤں اور حکومت کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے مسلمانوں کی مخالفت کی تھی حق پر تھے؟ میں علی وجہ البصیرت کہتا ہوں کہ مسلمانوں نے مسجد شہید گنج کی حفاظت کے سلسلے میں جو کچھ کیا وہ اس پر ہرگز شرمندہ نہیں۔ ۱۴ جولائی جب مسلمان لیڈروں کی گرفتاری عمل میں لائی گئی۔ اور مولوی ظفر علی خاں اور سید حبیب وغیرہ کو جلا وطن کیا گیا۔ جب مسلمانوں نے جلوس نکالا تو فوج نے ان نہتوں پر گولی چلائی اور بے شمار آدمی مارے گئے۔ جلوس میں چھوٹے بچے بھی شامل تھے جنہوں نے اپنے سینوں پر گولیاں کھائیں اور خاک و خون میں تڑپ تڑپ کر جان دیدی۔ مگر احراری آہ یہ شفیق القلب لوگ اس وقت شاداں و خوش تھے اور کہہ رہے تھے کہ یہ سزا مسلمانوں کو اس لئے ملی ہے کہ انہوں نے ہماری بات نہ مانی۔ اور جب عدالت نے مسلمانوں کے خلاف سکھوں کے حق میں فیصلہ دیا۔ تو مسلمانوں کے دل حزیں و غمگین تھے۔ جن کے رشتہ داروں کے خون کے قطرے ابھی خشک نہ ہوئے تھے۔ احرار نے ازراہ تمسخر اپنے سر ہلاتے ہوئے مسلمانوں کو طعنے دیئے۔ دیکھو یہ ذلت اور ندامت ہمارا مشورہ نہ ماننے کی وجہ سے ہوئی۔ چنانچہ مولوی ظفر علی خاں صاحب نے اپنے اخبار زمیندار کے ٹائیٹل پیج پر اس وقت ایک نظم شائع کی جس میں احرار کی صحیح اور اصل پوزیشن واضح کر دی جس کے دو بند یہ ہیں:-

"کھاتا ہے مسلمان کوئی سینے پہ جو گولی
گالی اسے دیتی ہے یہ احرار کی ٹولی
اسلامیوں کے خون سے چلی کھیلے ہولی
احرار کو پھر آج سے کہیئے نہ اشرار
پنجاب کے احرار اسلام کے غدار"

سو جھی شہید اوپر اپنی مردار کی پھبتی
سکھوں کی یہ پھبتی ہے نہ سرکار کی پھبتی
توحید کے بیٹو یہ ہے احرار کی پھبتی
گمراہ ہیں خود اور ہمیں کہتے ہیں غلط کار
پنجاب کے احرار ۔ اسلام کے غدار

(زمیندار ۱۰ر اگست ۱۹۳۵ء بحوالہ نگارستان صفحہ ۲۳۳)

لیکن اللہ تعالیٰ اس غدار گروہ کی حرکات کو عرش معلّٰی سے دیکھ رہا تھا۔ اور پردۂ غیب سے سکھوں اور احراریوں کی ناکامی و نامرادی کے اسباب پیدا کر رہا تھا۔ اور یہ فیصلہ فرما چکا تھا۔ کہ وہ ان قربانیوں کو جو مسلمانوں نے مسجد شہید گنج کے سلسلے میں کیں رائیگاں نہیں جانے دیگا۔ اور اس کی حرمت کے قائم کرنے کا سامان کر دیگا۔ اور سکھوں کے قبضے کی وجہ سے مسلمانوں کو جو قلبی تکلیف تھی۔ وہ دور کر دے گا۔ چنانچہ اس کے بعد پاکستان کی سکیم بنی اور احرار نے اس سکیم کو ناکام بنانے کے لئے ہر ممکن کوشش کی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے غیب سے ایسے سامان پیدا کر دیئے کہ پاکستان بن گیا۔ اور شہر لاہور جس میں مسجد شہید گنج کی جگہ واقع تھی۔ وہ پاکستان کے علاقے میں آگیا۔ پس احرار نے ایک تو سکیم پاکستان بننے سے پہلے مسجد شہید گنج کے سلسلے میں مسلمانوں کی مخالفت کی۔ "تا مسجد کی جگہ سکھوں کے قبضے میں رہے۔ پھر پاکستان بننے کی مخالفت کی۔ پس مسلمانوں کو اپنی قربانیوں پر شرمندہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔

مسلمان احرار کی نظر میں

پھر صدر مجلس احرار نے اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا:۔

"ہم لوگ جذبات کی رو میں بہہ جانے کے عادی نہیں یہ عادت آپ حضرات کو ہے۔ آپ میں سے اکثر اب بھی ہمیں اپنی منشاء اور رائے پر چلانا چاہتے ہیں۔ یقین کیجیے کہ ہم کبھی بھی آپ کا غلط مشورہ قبول نہ کریں گے" (کانفرنس نمبر صفحہ ۹)

گویا دوسرے مسلمان اپنی عقل کو استعمال نہیں کرتے۔ اور نہ غور و فکر کی انہیں عادت ہے۔ بلکہ جذبات کی رو میں بہہ جانے کے عادی ہیں۔ اگر یہ درست ہے۔ تو احرار بتائیں۔ کیا وہ آج احمدیت کے خلاف جذباتی تقریریں کر کے مسلمانوں کی اس عادت سے تو فائدہ نہیں اٹھا رہے؟ ورنہ تمہاری سابقہ سرگذشت کو سامنے رکھ کر سوچنے والے تو قائداعظم کی طرح تمہیں کبھی منہ نہ لگائیں۔

مسلم لیگ میں انتشار اور مجلس احرار

پھر انصاری صاحب ... انداز میں کہتے ہیں کہ پاکستان بن جانے ... بعد "ہم نے حزب مخالف کی حیثیت سے ملک و ملت کی خدمت کرنا چاہی۔ مگر حکام اعلیٰ اور رہنمایانِ قوم بیک زبان بول اٹھے کہ نہیں نہیں۔ ملک میں اب حزب مخالف (اپوزیشن) کی برداشت نہیں کی جا سکتی۔"

لیکن اب "ہوس اقتدار نے جب مسلم لیگ کے کیمپ میں انتشار پیدا کیا۔۔۔ مسلم لیگ کے رہنما اور کارکن گھر کے چاروں کھونٹ کھڑے ہیں۔ اور ہم فقیروں کو بلاتے ہیں۔ احرار والو آ جاؤ۔ مسلم لیگ ختم ہو گئی۔ اب اس میں رکھا ہی کیا ہے۔ ابھی ہم کچھ کہہ نہیں پاتے۔ کہ دوسرے کونے سے آواز اٹھتی ہے۔ ادھر مت جانا یہ ہوس پرستوں اور بے ایمانوں کی ٹولی ہے۔ آنا ہے تو ادھر آؤ۔ ہر ٹولی دوسری ٹولی پر کیچڑ اچھالتی ہے۔ اور وہ چھینٹے پھینکتی ہے۔ ہم غریب لوگ بیچ میں کھڑے مچھلی بازار کی آوازیں سن رہے ہیں۔ اور اگر کچھ عرض کرنے کی جرأت بھی کرتے ہیں۔ تو صرف یہ کہتے ہیں۔ کہ آپ سب راست گو ہیں۔ ہمیں اپنا موقف معلوم ہے۔ ہمیں ہمارے حال پر چھوڑ دیجیے۔"

پھر کہتے ہیں۔

"آپ حضرات اب حزب مخالف کا نام لیتے ہیں۔ آپ کو اس کی ضرورت اب محسوس ہوئی ہے۔"

ہم جانتے ہیں۔ کہ تم اس انشقاق و اختلاف پر جو مسلم لیگ کے ممبروں میں رونما ہوا ہے۔ خوش ہو۔ اور تم ابتدا ہی سے خفیہ طور پر مسلم لیگ کی صفوں میں انتشار پیدا کرنے کے لئے منصوبے کر رہے تھے۔ اور اب تمہاری تمنا بر آئی ہے۔ کیونکہ اسی تحریک کے بانی تم ہی تھے۔ اور خود حزب مخالف بننے کی کوشش بھی کرتے تھے۔ "تا حزب مخالف بن کر تم اپنے سابقہ آقایانِ ولی نعمت ہندوؤں اور سکھوں کے ساتھ بھی آزادانہ رابطِ میل و محبت رکھ سکو۔ اور پاکستانیوں کی خیر خواہی کا بھی دم بھرتے رہو۔ لیکن قائداعظم نے آپ کی پیش نہ جانے دی۔ کیونکہ وہ علیٰ وجہ البصیرت سمجھتے تھے۔ کہ تم مسلم لیگ کے خیر خواہ نہیں ہو سکتے۔ اور موجودہ اختلاف کو دیکھ کر تم خوشی سے بغلیں بجاتے ہو۔ اور حقیقت یہ ہے۔ کہ تم ان پارٹیوں میں سے کسی کے خیر خواہ نہیں ہو۔ کیونکہ تمہیں دکھ ہے۔ کہ کیوں تمہیں حزب مخالف بننے کی اجازت نہ دی گئی۔ اس دکھ کو انصاری صاحب ان الفاظ میں ظاہر کرتے ہیں۔

"ہم آندھیوں سے لڑے۔ طوفانوں سے ٹکرائے۔ اور ہم نے ہواؤں کے رخ پھیر دیئے۔ یہ تو بتائیے۔ حزب مخالف ہم سے بہتر اور کون ہو سکتی تھی۔"

(صفحہ ۵ کالم ۳)

لیکن کیا یہ احراری جو اسلام سے محبت و عشق کے مدعی ہیں۔ بتا سکتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور خلفائے راشدین کے وقت میں حزب مخالف کہاں تھی۔ لیکن بقول زمیندار انہیں خدمتِ اسلام سے غرض ہی کیا ہے ؎

احرار کہاں اور کہاں خدمتِ اسلام
ان کو تو فقط ووٹ سے اور نوٹ سے ہے کام
(زمیندار ۵ر ... ۳۵ء)

احرار کا ذریعہ معاش

جب احرار نے دیکھا کہ قائداعظم اور مسلم لیگ انہیں منہ لگانے کے لئے تیار نہیں۔ اور سیاسی طور پر پاکستان میں جلبِ زر کے تمام دروازے ان پر مسدود ہیں۔ تو انہوں نے اپنی معاش اور اپنے قیام کا ذریعہ صرف یہی خیال کیا۔ کہ احمدیت کے خلاف محاذ قائم کر کے لوگوں کی ہمدردی حاصل کی جائے۔ جیسا کہ انہوں نے ۱۹۳۴ء۔۳۵ء میں کیا تھا۔ اور آخر مسجد شہید گنج کے واقعہ سے سب مسلمانوں پر ان کی غداری آشکارا ہو گئی تھی۔ اس دفعہ بھی احرار حسب سابق احمدیت کے خلاف جھوٹا پروپیگنڈا کر رہے ہیں۔ مثلاً انصاری صاحب اپنی تقریر میں اپنی تبلیغی کانفرنسوں کی اہمیت کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ آج سے ایک سال پہلے

"مرزائیت کا تباہ کن سیلاب امڈا چلا آ رہا تھا۔ اور بے شمار انسان اس میں بہے چلے جا رہے تھے۔ سیلاب کفر کی تباہ کاریوں سے کوئی گوشہ محفوظ نہ تھا۔ مجلس احرار نے اس سیلاب کی تباہ کاریوں کو روکا۔ اس کے شگافوں میں مضبوط بند لگا دیئے۔ حتیٰ کہ سیلاب کا منہ پھیر کے رکھ دیا۔"

باشندگان پاکستان خوب جانتے ہیں کہ یہ ایک حد درجہ مبالغہ آمیز جھوٹ ہے۔ کیونکہ گذشتہ فسادات اور انقلاب کی وجہ سے جو دوسری مشکلات پیش آئیں۔ ان کی وجہ سے تبلیغ کما حقہٗ نہ ہو سکتی تھی۔ اور نہ ہوئی۔ مگر انصاری نے کس چرب بیانی سے "اپنے منہ میاں مٹھو" کی مثل کے مطابق مجلس احرار کی تعریف کے پل باندھے ہیں۔ البتہ جب سے احرار نے احمدیت کے خلاف کذب بیانی شروع کی ہے۔ اس وقت سے پھر دوسرے مسلمانوں میں احمدیت کی طرف توجہ پیدا ہوئی ہے۔ اور خدا تعالیٰ کے فضل سے اس وقت تبلیغ گذشتہ سال کی نسبت زیادہ ہو رہی ہے۔

پھر فسادات کے وقت مشرقی پنجاب کے مسلمانوں پر جو مصائب آئے ان کا ذکر کر کے انصاری صاحب نے احمدیوں کے متعلق کہا۔

"مرزائی اس وقت کنز بیونٹ میں لگ رہے تھے۔ آہ یہ شقی القلب گروہ۔۔۔۔۔۔" یقیناً ہر واقف حالات مسلمان احرار پر نفرین کرے گا جو اس وقت اپنی جانیں بچانے کی خاطر یا تو پاکستان میں پناہ لے چکے تھے۔ یا ہندوؤں کے مہمان بنے ہوئے تھے۔ اور ان تمام دلسوز اور جگر دوز واقعات کو دیکھ کر طعنہ آمیز لہجہ میں یہ کہہ رہے تھے۔ کہ یہ سب مصائب جو تم پر آ رہے ہیں ہمارا مشورہ نہ ماننے کی وجہ سے آ رہے ہیں۔ لیکن احمدی اس وقت قادیان میں پچاس ساٹھ ہزار پناہ گیروں کے اکل و شرب اور ان کی حفاظت کا انتظام کر رہے تھے۔ ہزاروں کو روزانہ کھانا دیا جاتا۔ اور یہ انتظام تقریباً ڈیڑھ ماہ تک رہا۔ اس وقت کے مسلم اخبارات کو دیکھو۔ جن میں احمدیوں کی سکھوں کا مردانہ وار مقابلہ کرنے کی تعریف کی گئی ہے۔ اور ان کی خدمات کو سراہا گیا ہے۔ مگر اس وقت یہ ظالم احراری ہندوؤں سے کنز بیونٹ میں لگے ہوئے تھے۔ "آہ یہ شقی القلب گروہ ہمیشہ مسلمانوں کی مخالفت کرتا رہا۔ اور اپنی اقلیت کو حق پر ہونے کی دلیل گردانتا رہا۔

متضاد باتیں

جیسا کہ مامورین الٰہی کی جماعتوں کے مخالف جھوٹا ہونے کی وجہ سے متضاد باتیں کرتے رہے۔ اسی طرح انصاری صاحب نے کہا۔

"مرزائیوں کی قوم جس سے ہم کو پالا پڑا ہے وہ بزدل ہے"۔

پھر ایک فقرہ کے بعد کہا:۔

"مگر اس بلا کا ٹل جانا کوئی آسان کام نہیں"

یہ دوسرا فقرہ صاف طور پر ظاہر کر رہا ہے۔ کہ احراری زبان سے خواہ کچھ کہیں لیکن دل میں یہ جانتے ہیں۔ کہ احمدی بزدل نہیں ہیں۔ بلکہ ان کا ہتھیار نہ ٹوٹنے والا ہتھیار خدا تعالیٰ کے انبیاء کی جماعتوں کے ہتھیار کی طرح صبر اور استقلال ہے۔ اور جن لوگوں کو اپنی طاقت پر نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کی زبردست طاقت پر بھروسہ ہوتا ہے۔ وہ دنیا داروں کے شور و غوغا سے نہیں ڈرا کرتے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔ ؎

کجا غوغائے شاں برخاطرِ من وحشتے آرد
کہ صادق بزدلے نبود وگر بیند قیامت را

وہ خدا تعالیٰ کے راستہ میں پتھروں کو پھول سمجھتے ہیں۔ اور تکلیفوں میں راحت محسوس کرتے ہیں۔ وہ یارِ ازلی کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اپنی جانیں۔ اپنے مال اور اپنی ہر عزیز متاع کو قربان کر دینا اپنے لئے باعث فخر سمجھتے ہیں۔ انبیاء کی جماعتیں ہمیشہ مظالم کا تختۂ مشق بنائی گئیں۔ انکی جائیدادوں سے انہیں محروم کیا گیا۔ انہیں اپنے وطنوں سے نکالا گیا۔ بعض حالتوں پر یہاں تک ظلم کئے گئے۔ کہ انہیں زمین پر باوجود اس کی فراخی کے رہنا محال ہو گیا۔ اور مدتہا سال تک انہیں تاریک و تار غاروں میں رہنا پڑا۔ جیسا کہ اصحاب الکہف کے ساتھ ہوا۔ جن کا ذکر قرآن مجید نے کیا ہے۔ لیکن آخر کار نتیجہ یہی نکلا۔ کہ وہ مظلوم غالب ہوئے۔ اور انہیں اذیتیں پہنچانے والے اور وطن سے بے وطن کرنے والے مغلوب ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے دعویٰ کے ابتدائی سالوں میں اپنے مخلص اور کامل دوستوں پر خدا تعالیٰ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے تحریر فرمایا

"میں جانتا ہوں کہ خدا تعالیٰ میرے ساتھ ہے اگر میں پیسا جاؤں اور کچلا جاؤں۔ اور ایک ذرہ سے بھی حقیر تر ہو جاؤں۔ اور ہر ایک طرف سے ایذا اور گالی اور لعنت دیکھوں۔ تب بھی میں فتحیاب ہوں گا۔ مجھ کو کوئی نہیں جانتا۔ مگر وہ جو میرے ساتھ ہے۔ میں ہرگز ضائع نہیں ہو سکتا۔ دشمنوں کی کوششیں عبث ہیں۔ اور حاسدوں کے منصوبے لاحاصل ہیں۔ اے نادانو اور اندھو مجھ سے پہلے کون صادق ضائع ہوا۔ جو میں ضائع ہو جاؤں گا۔ کس سچے وفادار کو خدا نے ذلت کے ساتھ ہلاک کر دیا۔ جو مجھے ہلاک کریگا۔ یقیناً یاد رکھو۔ اور کان کھول کر سنو۔ کہ میری روح ہلاک ہونے والی نہیں۔ اور میری سرشت میں ناکامی کا خمیر نہیں۔ مجھے وہ ہمت اور صدق بخشا گیا ہے۔ جس کے آگے پہاڑ ہیچ ہیں۔ میں کسی کی پروا نہیں رکھتا میں اکیلا تھا۔ اور اکیلا رہنے پر ناراض نہیں خدا مجھے چھوڑ دیگا؟ کبھی نہیں چھوڑیگا۔ کیا وہ مجھے ضائع کر دیگا؟ کبھی نہیں ضائع کرے گا۔ دشمن ذلیل ہوں گے۔ اور حاسد شرمندہ اور خدا اپنے بندے کو ہر میدان میں فتح دے گا۔ میں اس کے ساتھ ہوں اور وہ میرے ساتھ ہے۔ کوئی چیز ہمارا پیوند نہیں توڑ سکتی۔ اور مجھے اس کی عزت اور جلال کی قسم ہے۔ کہ مجھے دنیا اور آخرت میں اس سے کوئی چیز پیاری نہیں۔ کہ اس کے دین کی عظمت ظاہر ہو۔ اور اس کا جلال چمکے۔" (انوار الاسلام)

اے احرار جو جنگ تم نے جاری کر رکھی ہے۔ یقیناً جان لو کہ خواہ ہم وطن سے بے وطن کئے جائیں۔ اور مصیبتوں کی چکی میں پیس ڈالے جائیں۔ لیکن آخر کار ہم فتحیاب ہوں گے۔ اور تم کو ذلت و رسوائی اور ناکامی و نامرادی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ

احرار مسلم لیگ کے کبھی وفادار نہیں ہو سکتے

جب قائد اعظم نے احرار کو منہ نہ لگایا۔ اور باوجودیکہ ان کے امیر شریعت بخاری نے ان کے بوٹ پر داڑھی ملی۔ پر وہ نہ پسیجے۔ تو ان کی زندگی میں احرار کو یہ جرأت نہ ہوئی۔ کہ وہ پبلک سٹیج پر آ کر رقصاں ہوتے۔ لیکن قائد اعظم کی وفات کے بعد انہوں نے اپنا سر نکالا۔ اور مسلم لیگ جس کے متعلق مجلس احرار کا یہ قطعی فیصلہ تھا۔

"احرار کا کوئی ممبر مسلم لیگ کا ممبر نہیں ہو سکتا"۔ اور یہ کہ "مسلم لیگ عافیت کوشوں اور رجعت پسندوں کی جماعت ہے"۔ اور یہ کہ "احرار کا وطن لیگی سرمایہ دار کا پاکستان نہیں"۔ اور جن کا سلوگن یہ تھا۔ "ہم اقلیت میں اور سمجھتے (اقلیت حق پر ہوتی آئی ہے۔" انہوں نے مسلم لیگی لیڈروں سے چکنی چپڑی باتیں کر کے اور اپنی دوستی اور وفاداری کا یقین دلا کر اور قسمیں کھا کر انہیں دھوکہ دیا۔ اور لاہور کانفرنس میں بخاری نے یہ اعلان کیا۔ کہ "احرار اب تبلیغی جماعت ہے۔ اس کا ملکی الیکشن یا سیاست سے کوئی تعلق نہیں۔ مرزائیت کی تردید اور ختم نبوت کا بیان یہ ہمارا فرض ہے۔ ہم نے اپنے فرض کو چھوڑ کر سیاست کے کانٹوں کو ہاتھ میں لیا۔ خدا نے ہمیں سزا دی۔ اور الحمدللہ اب ہم سیاست سے تائب ہو چکے ہیں۔ اور اپنے اصل مقام پر آگئے ہیں۔" (آزاد ۳۰ر اپریل ۱۹۵۰ء ص)

اس سیاست سے توبہ کرنے والی ٹولی نے اپنا مقصد مرزائیت کی تردید قرار دیا۔ مگر کیوں؟ اس لئے کہ بقول قاضی احسان احمد شجاع آبادی "یہ ایک پولیٹیکل گروپ ہے۔" (آزاد ۳۰ر اپریل ۱۹۵۰ء) اور بقول محمد علی جالندھری "یہ گروہ خالص سیاسی گروہ ہے۔ اور یہ ٹولی قطعی طور پر ایک پولیٹیکل ٹولی ہے۔"
(آزاد ۷ر اپریل ۱۹۵۰ء)

پس ایک طرف تو وہ یہ اعلان کرتے ہیں۔ کہ ہمارا اب سیاست سے کوئی تعلق نہیں۔ اور ہم سیاست سے تائب ہو چکے ہیں۔ اور دوسری طرف اپنے قیام کا مقصد اعظم ایک خالص سیاسی گروہ اور پولیٹیکل جماعت کا مقابلہ بتاتے ہیں۔ اس طرح ایک طرف تو انہوں نے یہ اعلان کیا۔ کہ ہمارا الیکشن یا ملکی سیاست میں کوئی حصہ نہ ہوگا لیکن اس کے مخالف انصاری صاحب یہ بھی کہتے ہیں۔

"ہم نے کشمکش سے بچنے اور مضبوط رہنے کے لئے وضاحت کی۔ کہ جن اراکین نے ملکی انتخابات میں حصہ لینا ہے۔ وہ مسلم لیگ میں شامل ہو کر مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے اپنا کام کر سکتے ہیں۔" (کانفرنس نمبر ص)

شیخ حسام الدین نے تفسیر یوں کی ہے:۔

"ہم سیاست سے علیحدہ ہو چکے ہیں۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں۔ کہ ہم نے اسلام سے بھی کنارہ کشی اختیار کر لی ہے۔" (کانفرنس نمبر ص)

اور احرار کے امیر شریعت کہتے ہیں:۔

"لوگ ایک غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔ کہ مجلس احرار اسلام اب "الیکشن بازی" سے الگ ہو گئی ہے۔ اب اسے ملکی معاملات میں دخل اندازی کی ضرورت نہیں رہی۔ کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ ہم مر گئے ہیں؟ ہم نے اس ملک کو چھوڑ دیا ہے؟ .... یہاں تمام ملکی حقوق میں ہمارا دخل ہوگا۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ نامزدگی اور ڈائرکٹ الیکشن ہی ایک ایسا طریقہ ہے۔ جس کے ذریعہ حقوق حاصل کئے جائیں۔ بلکہ ایک شریفانہ طریقہ بھی ہے۔ جس سے حقوق حاصل ہو سکتے ہیں۔" (کانفرنس نمبر)

گویا انہوں نے غیر شریفانہ طریق سے توبہ کی ہے۔

اس لئے مذکورہ بالا اعلان کہ یہ ٹولی سیاست سے تائب ہو چکی ہے۔ محض ایک فریب ہے۔ وہ جانتے تھے کہ اگر مجلس احرار کی طرف سے کوئی شخص الیکشن کے لئے نامزد کیا گیا۔ تو اسے ذلت اور رسوائی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔ اس لئے انہوں نے اپنی مرحوم کامیابی اسی میں خیال کی۔ کہ جن اراکین کو انتخابات میں حصہ لینا ہے۔ وہ مسلم لیگ میں شامل ہو کر مسلم لیگ کے ٹکٹ پر کھڑے ہو سکتے ہیں۔

مسلمانوں کے لئے لمحہ فکریہ

احرار نے مسلم لیگ کے ساتھ تعلق پیدا کر لیا ہے۔ تو وہ مطابق مشہور مثل "مرتا کیا نہ کرتا" بحالت مجبوری کیا ہے۔ جیسا کہ انصاری صاحب کہتے ہیں

"دشمن ہماری تاک میں ہے۔ ابھی ہم اپنے پاؤں پر کھڑے نہیں ہوئے۔ وقت اپنی انتہائی نزاکت کے نشان بتا رہا ہے۔ عین ایسے وقت میں مجلس احرار کے لئے سوائے اس کے چارہ کار نہیں تھا۔ کہ وہ ایسے فیصلے پر مجبور ہو جاتی۔"
(کانفرنس نمبر ص)

پس ان کا مسلم لیگ سے الحاق بحالت مجبوری ہے۔ مگر دل سے وہ مسلم لیگ کے شدید مخالف ہیں۔ مسلمانوں کو غور کرنا چاہیئے۔ کہ جن لوگوں کا یہ عقیدہ ہے۔ کہ "چونکہ وہ اقلیت میں ہیں اور اقلیت ہمیشہ حق پر ہوتی ہے۔" اور جن لوگوں کا یہ فیصلہ ہے۔ کہ مجلس احرار کا ممبر مسلم لیگ کا ممبر نہیں ہو سکتا۔ اور جن کے مفکر چوہدری افضل حق نے آخری وصیت یہ کی تھی۔

"احرار دوستو اپنے ایمان کو مضبوط رکھو۔ جماعت کی وفاداری کو مقدم سمجھو۔ کوئی تمہیں سرمایہ دار لیگ کا ایجنٹ بن کر لیگ کی طرف بلائے گا۔ سب کی سنکر جماعت کے وفادار رہو۔"
(خطبات احرار ص)

اور جنہوں نے قائد اعظم کو کافر اور مرتد کہا ہو۔ وہ کیونکر مسلم لیگ یا پاکستان کے خیرخواہ ہو سکتے ہیں۔ شیطان اور حضرت آدم علیہ السلام کا قصہ قرآن مجید میں بطور نصیحت بیان کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سورہ اعراف میں فرماتا ہے کہ جب شیطان کھلے طور پر دشمنی کا اظہار کر کے اپنا مقصد حاصل نہ کر سکا۔ تو وہ دوستی کا لبادہ اوڑھ کر حضرت آدم و حوا کے پاس گیا۔ "و قاسمهما انى لكما لمن الناصحين." اور قسمیں کھا کر انہیں یقین دلایا۔ کہ وہ ان کا خیرخواہ ہے۔ انہوں نے شیطان کی قسموں پر اعتبار کر لیا۔ اور اس کے دام فریب میں آ کر غلطی کا ارتکاب کیا۔ جو ان کے جنت سے اخراج کا موجب ہوئی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ اے آدم کی اولاد لا يفتننكم الشيطان كما اخرج ابويكم من الجنة کہیں تمہیں بھی شیطان اسی طرح فتنہ میں نہ ڈال دے۔ اور اپنے مکروں اور فریبوں سے تمہیں اپنے مرکز سے نہ ہٹا دے۔ جیسا کہ اس نے تمہارے ماں باپ یعنی حضرت آدم اور حضرت حوا کو جنت سے نکلوا دیا تھا۔

اسی طرح جب احرار کو قائد اعظم اور مسلم لیگ سے ظاہری مقابلہ میں فاش شکست ہوئی۔ اور انتہائی رسوائی اور ذلت و ندامت اٹھانی پڑی۔ اور قائد اعظم ان کے دام فریب میں نہ آئے۔ تو اب وہ لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے ان کے سامنے قسمیں کھاتے۔ اور اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہیں۔ اور ظاہر یہ کرتے ہیں۔ کہ ہمیں سیاسیات سے کوئی تعلق نہیں۔ بلکہ ہمارا نصب العین محض مذہبی تبلیغ ہے۔ ایسی چکنی چپڑی باتوں سے وہ مسلمانوں کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ انه يراكم هو و قبيله من حيث لا ترونهم کہ شیطان اور اسکی ٹولی ایسی نظر سے تمہیں دیکھتی ہے۔ جس سے تم ان کو نہیں دیکھتے۔ یعنی تم تو ان کی قسموں پر اعتبار کر کے انہیں واقعی اسلام کے خیرخواہ اور ہمی خواہ سمجھتے ہو لیکن وہ تمہیں بیوقوف بنا کر اپنا الّو سیدھا کرنا چاہتے ہیں۔ اور ملت کے مختلف فرقے جو سیاسی طور پر متحد ہو گئے ہیں۔ ان کے اس اتحاد کو توڑنا چاہتے ہیں۔ اس لئے تمہیں چاہیئے۔ کہ ان کے دام فریب میں نہ آؤ۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی فرماتے ہیں۔ کہ مومن ہوشیار اور سمجھدار ہوتا ہے۔ وہ کبھی ایک سوراخ سے دو دفعہ نہیں ڈسا جاتا۔ بلکہ وہ اپنے گذشتہ تجربہ سے فائدہ اٹھا کر اپنے آپ کو دشمن کی چالوں سے محفوظ کر لیتا ہے۔ احرار کے اپنے اقرار سے ظاہر ہے۔ کہ انہوں نے دو دفعہ مسلم لیگ کے اندر گھس کر اس پر قبضہ کرنا چاہا۔ مگر انہیں کامیابی نہ ہوئی۔ (خطبات احرار ص۱۰۵)

پس احرار کی سابقہ سرگذشت پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ یہ مسلم لیگ کے سچے وفادار نہیں ہو سکتے۔ اور صدر مجلس احرار انصاری صاحب کے ان الفاظ پر غور کرو۔ اور پھر غور کرو۔

"ہم خندہ پیشانی سے آپ کو سمجھاتے رہے۔ ہم نے کسی وقت بھی غلط مشورہ یا غلط بات نہ کہی۔ مگر جب یہ سمجھا کہ آپ نے ہمیں سمجھا ہی نہیں۔ تو ہم نے بحالت مجبوری ہتھیار ڈال دیئے۔"

اے مسلمانو! کیا اب بھی یہ سمجھتے ہو۔ کہ احراری دل سے تمہارے ساتھ ہیں ہرگز نہیں! قد بدت البغضاء من افواههم وما تخفی صدورهم اكبر۔

جماعت احمدیہ کی اشاعتی تڑپ قابل تقلید ہے (احرار لیڈر)

احرار کے مشہور لیڈر اور احمدیت کے شدید معاند چوہدری افضل حق لکھتے ہیں:۔

"مسلمانوں کے دیگر فرقوں میں تو کوئی جماعت تبلیغی اغراض کے لئے پیدا نہ ہو سکی۔ ہاں ایک دل مسلمانوں کی غفلت سے مضطرب ہو کر اٹھا۔ اور ایک مختصر سی جماعت اپنے گرد جمع کر کے اسلام کی نشر و اشاعت کے لئے بڑھا۔ اگرچہ مرزا غلام احمد کا دامن فرقہ بندی کے داغ سے پاک نہ ہوا۔ تاہم اپنی جماعت میں اشاعتی تڑپ پیدا کر گیا۔ جو نہ صرف مسلمانوں کے مختلف فرقوں کے لئے قابل تقلید ہے بلکہ دنیا کی تمام اشاعتی جماعتوں کے لئے نمونہ ہے۔"
(فتنہ ارتداد اور پولیٹیکل قلابازیاں)

مجلس احرار کی مسلم لیگ سے مصالحت منافقانہ ہے

بخاری صاحب کی تقریر پر تبصرہ

بخاری صاحب نے اپنی تقریر میں جب تو آیت انا فتحنا لک فتحا مبینا۔ لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تأخر کا یہ ترجمہ کیا کہ

"یعنی آپ پر سے تمام حجابات کھول دیئے۔ تمام پردے اٹھا دیئے...... تاکہ آپ کے اگلے اور پچھلے تمام درجات مساوی اور برابر کر دیئے جائیں۔"

ان سلف صالحین اور عامۃ المسلمین کو جنہوں نے اس آیت میں ذنب سے مراد گناہ یا قصور لئے ہیں۔ اچھی طرح کوسا ہے۔

ایک طرف تو یہ قصیدہ خوانی کہ حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ما کان وما یکون کا پورا پورا علم حاصل تھا اور دوسری طرف یہ کہ انیس برس کے بعد اس آیت کے اترنے پر آپ کو علم ہوا کہ اب نجات ہو جائیگی اب گناہ بخشے گئے ہیں (معاذ اللہ) جسے اپنی نجات کا پتہ نہیں وہ دنیا کی کشتی کو کیسے پار لگائے گا۔ استغفر اللہ (ص کانفرنس نمبر)

اور صلح حدیبیہ کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے خاص انداز میں کہا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے "ساری کائنات میں شکست تسلیم کر لی۔ اس کے دشمن یہ بار مان گئے کہ اپنے آدمی ان کے ہاں چلے گئے تو وہ واپس نہیں کریں گے۔"

لیکن آیت انا فتحنا لک فتحا مبینا کے نزول سے "کائنات کی نگاہوں میں جو شکست تھی اسے آج کھل کھلی صورت میں فتح سے بدلا جا رہا ہے۔"

"آخر بخاری صاحب نے ولولہ انگیز لہجہ میں حاضرین سے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ جیسے وہاں بظاہر شکست میں فتح ونصرت مضمر تھی ایسے ہی اللہ تعالے کے فضل سے بخاری بھی یہ کہتا ہے کہ آج ساری دنیا جس شکست خوردہ بتا رہی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ آج ہماری فتح ونصرت کا نکھرا ہوا چہرہ مجھے سامنے دکھائی دے رہا ہے۔" (ص کالم ۲)

صدر مجلس احرار نے اپنی تقریر میں یہ وضاحت کر دی ہے کہ مسلم لیگ سے ان کا الحاق بحالت مجبوری ہوا ہے اور بعض لوگ اسے خودکشی سے تعبیر کرتے ہیں۔

بعض حضرات یہ بھی فرماتے ہیں کہ احرار نے لاہور ریزولیوشن کے ذریعہ سے خودکشی کر لی ہے۔ پھر مسلم لیگیوں کو وہ زمانہ یاد دلایا ہے جب احرار کی طرف "ہاتھ اٹھا اٹھا کر فرمایا کرتے تھے

مسلم ہے تو مسلم لیگ میں آ۔"

اور اس جملہ کو دہراتے وقت آپ کا انداز بالکل پتنگ باز کا سا تھا...... لیکن ایک جنون تھا کہ کوئی دوسری بات سننے نہ دیتا تھا۔ بہر حال اور بالآخر ہم نے آپ ہی کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے۔ ...... اور ہم نے کشمکش سے بچنے اور منضبط رہنے کے لئے وضاحت کی کہ جن اراکین کو ملی انتخابات میں حصہ لینا ہو وہ مسلم لیگ میں شامل ہو کر مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے اپنا کام کر سکتے ہیں۔"

(ص کالم ۵ کانفرنس نمبر)

پس یہ وہ صلح ہے جو مجلس احرار نے مسلم لیگ سے کی جس کے متعلق ان کے امیر شریعت کہتے ہیں۔ کہ یہ ہماری صلح مسلم لیگ سے ایسی ہی ہے جیسے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے مقام پر کفار مکہ سے کی تھی۔ اور جیسے صلح حدیبیہ جو بظاہر شکست کا رنگ رکھتی تھی۔ آخر کار مسلمانوں کی فتح وغلبہ کا باعث ہوئی۔ اسی طرح ہماری صلح بھی جو مسلم لیگ سے ہوئی ہے گو بظاہر اسے ہماری خودکشی اور شکست سے تعبیر کیا جا رہا ہے۔ لیکن انجام کار یہی صلح ہماری فتح اور غلبہ کا باعث ہو گی۔ کیونکہ اس مرتبہ بھی ان کی مسلم لیگ میں شمولیت سے غرض وہی ہے جس کا اظہار آج سے کئی سال پہلے چودھری افضل حق صاحب مفکر احرار ان الفاظ میں بیان کر چکے ہیں۔

"سرمایہ دار نظام میں گھس کر کامیاب حملہ کیا مشکل ہے؟ باوجود اس کے ہم نے لیگ میں دو دفعہ گھسنے کی کوشش کی تاکہ اس پر قبضہ جمائیں۔ دونوں دفعہ قاعدے اور قانون بنا دیئے گئے۔ تاکہ ہم بیکار رہ جائیں؟"

(خطبات احرار ص۹۹)

پس جیسا کہ میں نے صدر مجلس احرار کی تقریر پر تبصرہ کرتے ہوئے تفصیل سے بتایا ہے کہ مجلس احرار کا یہ کہنا کہ اب سے وہ صرف تبلیغی جماعت ہے جو سیاسیات سے تائب ہو چکی ہے۔ اور مسلم لیگ کی دوست ہے۔ ایک فریب ہے اور ان کی یہ صلح منافقانہ ہے جیسا کہ احراری امیر شریعت کی تقریر سے عیاں ہے۔ اس لئے مسلم لیگ اور مسلمانوں کو ان دوست نما دشمنوں سے ہوشیار رہنا چاہیئے!

من جرب المجرب حلت به الندامة

احراری امیر شریعت کی کذب بیانی اور افترا پردازی میں کمال مہارت

بخاری صاحب کی دوسری تقریر پر تبصرہ

بخاری صاحب کی دوسری تقریر کانفرنس نمبر کے صفحہ ۱۳ کالم ۱ پر درج ہے۔ اس تقریر میں احراری امیر شریعت نے احمدیت کے خلاف کمال دروغ بافی اور افترا پردازی سے کام لیا ہے۔ آپ نے اپنے خاص احراری انداز بیان میں کہا:۔

(۱) "انگریز حکومت نے قادیان کی حدود کے اندر ہمیں جلسہ کرنے کی کبھی اجازت نہ دی اور صرف قادیان پر ہی کیا موقوف ہے۔ جہاں بھی مرزائیوں کی معمولی اکثریت ہوتی ہے وہاں کیا مجال ہے کہ کوئی مسلمان جا کر اپنے مذہبی خیالات کا اظہار بھی کر سکے۔ انہوں نے گورداسپور ضلع کے کسی دیہات میں بھی مسلمانوں کا جلسہ نہیں ہونے دیا۔"

یہ ایک ایسی صریح کذب بیانی ہے جس پر ضلع گورداسپور کا ہر ایک غیر احمدی مسلمان شاہد ہے۔ ضلع گورداسپور کے سینکڑوں دیہاتوں میں غیر احمدیوں کے تبلیغی جلسے ہوتے رہے۔ خود قادیان میں غیر احمدیوں کے سالہا سال تک سالانہ جلسے ہوتے رہے۔ ترجمان احرار آزاد بھی احراری امیر شریعت کے جھوٹا ہونے کی گواہی دیتا ہے جبکہ وہ لکھتا ہے۔

"مجلس احرار نے عرصہ سے رد مرزائیت کے سلسلہ میں دینی ضابطے کے مطابق تبلیغ کا سلسلہ جاری کر رکھا ہے متحدہ ہندوستان میں جب مرزائیوں کو برطانیہ کی پشت پناہی حاصل تھی مجلس گوناگوں مصیبتوں کا سامنا کر رہا۔ قادیان میں مجلس احرار کا مضبوط مرکز بن گیا تھا۔" (آزاد ۷ اکتوبر ۱۹۵۰ء)

پس قادیان جہاں نہ صرف احمدیوں کی اکثریت تھی۔ بلکہ امام جماعت احمدیہ اور ان کے خاندان کو قادیان کے مالکانہ حقوق بھی حاصل تھے۔ پھر بھی یہ احراری وہاں جلسے کرتے اور مکانوں کی چھتوں پر چڑھ کر تقریریں کرتے رہے۔ اور احمدیوں کے خلاف ہرزہ سرائی بھی کرتے رہے۔ لیکن ہر موقعہ پر احمدیوں نے صبر اور تحمل سے کام لیا۔ مزید براں اخبار اہل حدیث کے فائل جن میں غیر احمدیوں کے جلسوں اور لیکچروں کی رپورٹیں شائع ہوتی رہیں شاہد ہیں کہ احراری امیر شریعت نے یہ صریح کذب بیانی کی ہے۔ بے شک احرار کو ایک دفعہ گورنمنٹ نے حدود قادیان میں حفظ امن عامہ کی خاطر کانفرنس کے انعقاد کی اجازت نہ دی تھی۔ اور اس وقت حکومت پنجاب زیر سرپرستی سر ایمرسن گورنر پنجاب احرار کی پشت پناہ تھی جس کے بعد ان کی پشت پناہی مسجد شہید گنج کے واقعہ سے سب لوگوں پر آشکارا ہو گئی تھی بلکہ احمدیوں کے قادیان میں سالانہ جلسے ہوتے۔ جن میں دیوبندی سہارنپوری اور امرتسری وغیرہ مختلف شہروں کے علماء نے تقریریں کیں۔ لیکن احرار کو محض ان کی شرارتوں کے مدنظر حکومت نے قادیان کے اندر کانفرنس کے انعقاد کی اجازت نہ دی تھی۔ ورنہ اس کے پہلے بھی اور بعد بھی قادیان میں احراری مبلغ تقریریں کرتے رہے پھر باوجود اس کے احراری امیر شریعت کا یہ کہنا کہ احمدیوں نے قادیان کیا ضلع گورداسپور کے کسی دیہات میں بھی مسلمانوں کا جلسہ نہ ہونے دیا کس قدر ناپاک اور ذلیل جھوٹ ہے۔

۲۔ پھر احراری امیر شریعت نے خطابت کے جوش میں اس سے ایک اور بڑی بد کذب بیانی کی۔

"قادیان کا کوئی مسلمان بتا سکتا ہے کہ وہاں اس نے کسی مسلمان کی دکان سے گوشت خرید کر کھایا ہو۔ کسی مسلمان دکاندار سے دودھ دہی یا ہو مسلمان تو وہاں دودھ دہی کی دکان تک نہ کھول سکا۔ مسلمان مجبور تھا کہ اگر وہ خورد ونوش کے سلسلہ کی کوئی چیز لے کر کھانا چاہے تو مرزائی کے ہاتھ سے اور مرزائی کی دکان سے خرید کر کھا سکتا ہے؟"

یہ ایک ایسا کھلا افتراء ہے کہ ہر وہ شخص جسے کبھی قادیان جانے کا اتفاق ہوا ہو وہ بلا تامل اس بیان کو پڑھ کر احراری امیر شریعت کے اس بے بنیاد جھوٹ پر افسوس کرے گا اور تعجب سے کہے گا کہ آیا یہی وہ لوگ ہیں جو اپنے آپ کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضور انور کے صحابہؓ کے مثیل بتاتے ہیں اور مسلم لیگ اور تمام مسلمانوں کو کفار مکہ سے تشبیہ دیتے ہیں؟

قادیان میں غیر احمدی مسلمانوں کی دودھ دہی گوشت وغیرہ ہر قسم کی دکانیں موجود تھیں یقیناً تمام غیر احمدی مسلمان جو قادیان میں رہتے تھے بالاتفاق احراری امیر شریعت کو اس میں کاذب ٹھہرائیں گے۔

پھر تقریر کی روانی میں احراری امیر شریعت یوں کذب بیانی کرتے ہیں:۔

"مرزائی ایک تانگہ پر سوار ہو اور تانگے والے سے پوچھتے کہ تو کون ہے؟ اگر وہ اپنے آپ کو مسلمان بتا دیتا تو اس کا تانگہ۔ اس کا گھوڑا اور وہ خود نا معلوم کہاں پہنچ رہا جاتا تھا۔

اس قسم کی وارداتیں تو سرزمین قادیان دارالامان کی روایاتی شان ہی سے ہیں۔"

اس قدر افترا معاذ اللہ خدا کی پناہ۔ عام مسلمانوں کو ہمارے خلاف اکسانے اور اشتعال دلانے کے لئے احراری علماء کی یہ افترا پردازیاں اور دروغ بافیاں اور من گھڑت افسانے اس امر کا بین ثبوت ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی یہ پیشگوئی "علماءھم شر من تحت ادیم السماء" کہ اس زمانے کے علماء جس میں اسلام کا صرف نام رہ جائے گا۔ بدترین مخلوق ہوں گے۔ احراری علماء کے ظہور سے پوری ہو چکی ہے۔

احمدیوں کے متعلق ایسی صریح کذب بیانیوں کے بعد احراری امیر شریعت نے حضرت امام جماعت احمدیہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"اگر آپ مرزائیت کی تبلیغ کے سلسلہ کو بند نہیں کر سکتے۔ اور یہاں مسلمانوں کے شہروں میں کھلے بندوں اپنے اجلاس منعقد کرتے ہیں۔ تو پھر مجھے یہ حق حاصل ہے۔ کہ آپ کے مرکز ربوہ میں تقریر کروں۔ آپ مجھے ربوہ میں بلائیں۔ اور مسلمانوں کو وہاں اپنے اجلاس قائم کر کے اسلام کی تبلیغ کرنے دیں۔ اور وہاں ہماری حفاظت آپ کریں۔ آپ پاکستان کے ہر شہر میں تقریر کریں۔ اور آپ کی حفاظت میں کروں۔ اس کا ذمہ دار میں ہوں۔ جو بھی رہے رہنے دو۔ تمہارے مرکز ربوہ میں بھی امن کا ذمہ میں خود لیتا ہوں۔ لیکن اگر آپ کسی مسلمان کو اپنے مرکز میں پھٹکنے تک نہ دیں۔ ان کے ساتھ مکمل بائیکاٹ کریں۔ تو میں پاکستان کے ایک ایک فرد کو متنبہ کرتا ہوں۔ کہ کسی مرزائی کو اپنے شہر اپنے قصبہ اور اپنے دیہاتوں میں مت آنے دو۔ انہیں اس مقام پر جہاں ہماری اکثریت ہے۔ تقریر و تبلیغ کرنے کا کوئی حق نہیں ہے"

گویا احراری امیر شریعت کے نزدیک اگر انہیں ربوہ میں تبلیغ کی اجازت دے دی جائے۔ تو پھر احمدیت کی تبلیغ کی جو ان کے نزدیک کفر و ارتداد ہے احمدیوں کو کھلی اجازت ہو گی۔ اس کے ساتھ احراری امیر شریعت نے عام مسلمانوں کو جو تحریک کی ہے۔ وہ ایک پرانی تحریک ہے۔ جو ہمیشہ مخالفین حق کرتے چلے آئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے "وقال الذین کفروا لا تسمعوا لھٰذا القرآن والغوا فیہ لعلکم تغلبون۔" یعنی زعماء کفار نے اپنے آدمیوں سے کہا۔ اور اس امر کا ڈھنڈورا پیٹا۔ کہ تم قرآن کو مت سنو۔ یعنی مسلمانوں کو تبلیغ کرنے کی اجازت مت دو۔ اور ان کا کوئی جلسہ قائم نہ ہونے دو۔ جس میں وہ قرآن سنا سکیں۔ اور اگر کوئی ایسا جلسہ یا ایسی مجلس دیکھ پاؤ۔ جس میں قرآن کی تبلیغ کی جا رہی ہو۔ تو وہاں خوب شور مچاؤ۔ تا دوسرے بھی نہ سن سکیں۔ یہی ایک صورت ہے۔ جس کے ذریعہ ممکن ہے کہ تم غالب آ جاؤ۔ پس احراری امیر شریعت کا یہ تحریک کرنا اپنے پرانے ہمجنس لوگوں کے نقش قدم پر چلنا ہے۔ جو اہل حق کے لئے کوئی نئی بات نہیں ہے۔ اور ربوہ کے متعلق احراری امیر شریعت کا یہ بیان کہ کسی مسلمان کو ربوہ میں پھٹکنے کی اجازت نہیں ایک صریح بہتان اور سفید جھوٹ ہے۔ سینکڑوں شریف مسلمان ربوہ تشریف لائے۔ اور انہوں نے مذہبی امور کے متعلق تبادلہ خیالات بھی کیا۔ کاش کہ احراری امیر شریعت اور ان کے رفقائے کار بھی اپنے آپ کو شریف بنائیں۔ اور پھر شریف مسلمانوں کے نقش قدم پر چلیں۔ ورنہ اس وقت ان کے درمیان اور شرافت کے درمیان بعد المشرقین ہے۔

احراری امیر شریعت اپنے اصلی روپ میں

بخاری صاحب کی قرآن دانی کی چند مثالیں

بخاری صاحب کی تیسری تقریر پر تبصرہ

احرار ملتان کانفرنس میں بخاری صاحب نے جو تیسری تقریر کی۔ وہ آزاد کانفرنس نمبر کے صفحات ۱۵-۱۸-۱۹-۲۰ پر شائع ہوئی ہے۔ اس تقریر کی غرض آپ نے یہ بیان کی۔ کہ "جلسوں میں اعمال کی طرف زیادہ توجہ دی جاتی ہے۔ اور اعتقاد کے متعلق بہت کم کہا جاتا ہے اس لئے آج میں اعتقاد کے متعلق کچھ بیان کروں گا۔ اور پھر اپنے علماء و فضلاء و فقہاء محمد علی صاحب جالندھری اور تاج دین صاحب انصاری۔ ماسٹر حیات محمد اور ماسٹر لال حسین اختر وغیرہ کی موجودگی سے شرم محسوس کرتے ہوئے احراری امیر شریعت یوں گوہر افشاں ہوئے۔

"مجھے شرم محسوس ہوتی ہے۔ کہ ایسے اکابر کی موجودگی میں کیا عرض کروں؟ اگر برسوں تک ان حضرات کی جوتیاں سیدھا کرتا رہوں۔ تو بھی اس قابل نہیں ہو سکتا۔ مگر جب یہ حضرات خود ارشاد فرماویں اور پھر مجھ ایسے ادنیٰ طالب علم کو حکم فرما دیں۔ تو شرمسار ہوتا ہوں۔"

سب نبی امی تھے

کوئی لکھا پڑھا نہ تھا

مذکورہ بالا علمائے عظام و فضلائے کرام کی موجودگی میں معارف قرآنی کے موتی بکھیرتے ہوئے احراری امیر شریعت نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے امی ہونے کی یہ دلیل بیان کی

"ولا تخطہ بیمینہ وما تدری الکتاب"

حالانکہ قرآن مجید میں ان الفاظ کی کوئی آیت نہیں۔ قرآن مجید کی ایک آیت میں ولا تخطہ بیمینک کے الفاظ ہیں۔ اور ایک دوسری آیت میں ہے۔ اناوحینا الیک روحًا من امرنا ما کنت تدری ما الکتاب ولا الایمان۔"

اس کے بعد ولولہ انگیز لہجہ میں آپ نے کہا

"یہاں ایک بات کہہ دوں یاد رکھئے گا۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر پیغمبر آخر الزمان حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تک کوئی نبی اور کوئی پیغمبر پڑھا لکھا نہیں آیا۔"

قرآن مجید میں صرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے متعلق لکھا ہے۔ کہ آپ امی تھے۔ دوسرے انبیاء کے متعلق کہیں یہ ذکر نہیں ہے۔ کہ وہ پڑھے لکھے نہ تھے۔ یہ احراری امیر شریعت کا ایک افتراء اور من گھڑت عقیدہ ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہ خاص وصف بیان فرمایا ہے۔ کہ آپ الامی تھے۔ چنانچہ فرماتا ہے۔

الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدونہ مکتوبًا عندھم فی التورٰۃ والانجیل (الاعراف)

پس اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو الامی نبی قرار دیا۔ کیونکہ قدیم نوشتوں میں آپ کے متعلق امی ہونے کا بطور پیشگوئی ذکر پایا جاتا تھا۔ نیز اس لئے بھی کہ آپ امی قوم سے بھیجے گئے تھے۔ جیسا کہ فرمایا "ھو الذی بعث فی الامیین رسولاً منھم" یعنی وہی خدا ہے جس نے امیوں کی طرف انہی میں سے ایک رسول مبعوث فرمایا۔ اگر امیوں کی طرف ایک پڑھے لکھے کو رسول بنا کر بھیجا جاتا۔ تو وہ بجا طور پر یہ شک کر سکتے تھے۔ کہ اس نے دوسری کتابوں سے یہ قرآن بنا لیا ہے۔ کیونکہ وہ لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ اور اگر دوسرے انبیاء بھی آپ کی طرح امی ہوتے۔ تو اس میں آپ کی کیا خصوصیت تھی۔ جو آپ کی صفت الامی خاص طور پر بیان کی گئی؟

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے گھر میں پرورش پائی کیا یہ خیال کیا جا سکتا ہے۔ کہ فرعون نے آپ کی تعلیم کا کوئی انتظام نہ کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذکر میں فرماتا ہے وکتبنا لہ فی الالواح من کل شیءٍ موعظۃ (الاعراف ع) کہ ہم نے اس کے لئے الواح میں ہر ایک نصیحت لکھ دی تھی۔ اس سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے۔ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔

اسی طرح انہوں نے بحالت نبوت خضر علیہ السلام سے یہ درخواست کی۔ ھل اتبعک علیٰ ان تعلمن مما علمت رشدًا (الکہف) کہ مجھے اپنا شاگرد بنا لیجئے۔ اور جو رشد آپ کو معلوم ہے۔ وہ مجھے سکھائیے۔

اسی طرح کیا حضرت سلیمان علیہ السلام چالیس سال تک یعنی نبی و بادشاہ ہونے سے پہلے پہلے بالکل جاہل تھے۔ اور لکھنا پڑھنا نہ جانتے تھے؟ کوئی عقلمند انسان یہ باور کرنے کے لئے تیار نہیں۔ کہ ان کے والد ماجد حضرت داؤد علیہ السلام جو نبی ہونے کے علاوہ ایک زبردست بادشاہ بھی تھے۔ انہوں نے اپنے بیٹے کی تعلیم کا کوئی انتظام نہیں کیا تھا؟ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق تو بعض روایات میں آتا ہے۔ کہ انہوں نے تورات ایک یہودی عالم سے پڑھی تھی۔ اور یہود کو تورات کے حوالے دے کر ساکت کیا کرتے تھے۔ اگر کہو کہ انہوں نے تورات حفظ کی ہوئی تھی۔ تو پھر بھی کسی استاد کی شاگردی کی ہو گی ورنہ یہ تسلیم کرنا پڑے گا۔ کہ تمام انبیاء بنی اسرائیل پر ساری تورات دوبارہ نازل ہوا کرتی تھی۔ جو بالبداہت باطل ہے۔ پس لازمی طور پر ماننا پڑتا ہے۔ کہ نبی ہونے سے پہلے انبیاء بنی اسرائیل دوسرے استادوں کی شاگردی کرتے تھے۔ اور لکھنا پڑھنا سیکھتے تھے۔

مزید برآں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد مطابق آیت ومن یطع اللہ والرسول فاولٰئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین (النساء) اگر کوئی نبی ہو سکتا ہے۔ تو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی امت ہی سے ہو سکتا ہے۔ پس جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد نبی کے لئے امتی ہونا شرط ہوا۔ تو لازمی طور پر ایسے شخص کے لئے قرآن مجید اور احادیث نبویہ کا سیکھنا اور اوائل عمر سے ان پر عامل ہونا ضروری ہوا۔

احتیاطاً

احباب کے متوقع مطالبہ کے پیش نظر خاص نمبر کے کچھ پرچے زائد چھپوا لئے گئے ہیں۔ تاکہ جن احباب کو پرچہ دیکھنے کے بعد خریدنے کا اشتیاق ہو۔ یا اپنے زیر تبلیغ دوستوں کو پیش کرنا چاہیں انکی خدمت میں بھجوایا جا سکے۔ ۲۸ فروری کے بعد منگوائے جانے والے پرچہ کی قیمت (جیسا کہ متواتر اعلان کیا جا چکا ہے) موازی ۶ر ہے تھوڑی رقم کے ٹکٹ بھجوا کر اور زیادہ رقم کا منی آرڈر کر کے مطلوبہ تعداد منگوائی جا سکتی ہے۔ مگر یاد رہے۔ کہ زائد پرچہ محدود تعداد میں ہے۔ اسلئے پہلے آنے والے آرڈر کو ترجیح دی جائے گی (مینیجر)

پس امی نبی کے لئے ابتدائی تعلیم حاصل کرنا عند العقل ایک بدیہی امر ہے۔ جس پر مزید دلیل کی کوئی ضرورت نہیں ہے

صداقت مسیح موعود علیہ السلام

پھر بخاری صاحب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کی ایک دلیل بیان کی۔ کہ

"آپ نے قریش سے مخاطب ہو کر کہا جانتے ہو کہ میں صادق اور امین ہوں۔ حاضرین نے ایک زبان ہو کر کہا۔ واقعی آپ صادق اور امین ہیں۔"

بے شک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صادق اور امین تھے مگر جونہی آپ نے اپنا دعویٰ سنایا۔ اور فرمایا کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے آیا ہوں اور تمہیں عذاب شدید سے ڈراتا ہوں۔ تو آپ کے چچا ابولہب نے فوراً کہا۔ تبالك سائر اليوم ألهذا جمعتنا (بخاری) یعنی تو ہلاک ہو۔ کیا تو نے اسلئے ہمیں جمع کیا تھا؟ اور قرآن مجید شہادت دیتا ہے۔ کہ انہی صادق اور امین کہنے والوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ رسالت و نبوت کے بعد آپ کو ساحر کذاب وغیرہ کے القاب سے یاد کیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

"وعجبوا ان جاءهم منذر منهم وقال الكافرون هذا ساحر كذاب" (ص ع)

اور انہوں نے اس بات سے تعجب کیا کہ انہیں میں سے ایک ڈرانیوالا آیا۔ اور کافروں نے اس کے متعلق یہ کہا کہ یہ ایک فریبی۔ چالباز۔ دغاباز اور پرلے درجہ کا جھوٹا ہے۔

اور جو وہ خدا کا کلام لایا۔ اس کے متعلق انہوں نے کہا "اضغاث احلام بل افتراه بل هو شاعر فليأتنا بآية كما ارسل الاولون (انبیاء ع)" کہ یہ وحی و الہام نہیں بلکہ پراگندہ و پریشان خوابیں ہیں۔ بلکہ اس نے افترا کیا ہے۔ مزید برآں یہ خیالی پلاؤ پکانیوالا ہے۔ اگر یہ سچا ہے تو ہمارے پاس کوئی ایسا نشان لائے جیسا کہ پہلے رسول لائے تھے

بعینہٖ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی فرمایا "تم کوئی عیب۔ افترا یا جھوٹ یا دغا کا میری پہلی زندگی پر نہیں لگا سکتے تا تم یہ خیال کرو کہ جو شخص پہلے سے جھوٹ اور افترا کا عادی ہے۔ یہ بھی اس نے جھوٹ بولا ہوگا۔ کون تم میں ہے۔ جو میرے سوانح زندگی میں کوئی نکتہ چینی کر سکتا ہے۔ پس یہ خدا کا فضل ہے۔ جو اس نے ابتدا سے مجھے تقویٰ پر قائم رکھا اور سوچنے والوں کے لئے یہ ایک دلیل ہے۔ (تذکرۃ الشہادتین ص۶۲)

اگرچہ آپ کے دعویٰ مسیحیت و مہدویت کے بعد آپ کو قسم قسم کے بُرے القاب سے یاد کیا گیا۔ لیکن دعویٰ سے پہلے کی زندگی کے متعلق آپ کے اشد ترین مخالف بھی آپ کے صالح اور متقی اور صادق ہونے کی شہادت دیتے ہیں۔ چنانچہ آپ کے دعویٰ کے بعد آپ کے اشد ترین دشمن نے جس نے تمام علماء پنجاب و ہند سے آپ کی تکفیر کے لئے فتویٰ لیا تھا آپ کے دعوے سے پہلے آپ کی کتاب براہین احمدیہ پر ریویو کرتے ہوئے لکھا۔

"مؤلف براہین احمدیہ کے حالات اور خیالات سے جس قدر ہم واقف ہیں۔ ہمارے معاصرین سے ایسے واقف کم نکلیں گے۔"

(اشاعۃ السنۃ جلد ۷ نمبر ۶)

"مؤلف براہین احمدیہ مخالف و موافق کے تجربے اور مشاہدے کی رو سے (واللہ حسیبہ) شریعت محمدیہ پر قائم و پرہیزگار صداقت شعار ہیں" (اشاعۃ السنۃ جلد ۷ ص۹)

نیز لکھا کہ مؤلف براہین احمدیہ

"اسلام کی مالی و جانی و قلمی و لسانی و حالی و قالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے۔ جس کی نظیر پہلے مسلمانوں میں بہت کم پائی گئی۔ (اشاعۃ السنۃ جلد ۷ ص۶)

اسی طرح مولوی سراج الدین صاحب جو مولوی ظفر علی صاحب کے والد اور اختر علی صاحب مدیر مسئول اخبار زمیندار کے دادا تھے۔ انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق لکھا۔

"ہم چشم دید شہادت سے کہتے ہیں۔ کہ جوانی میں نہایت صالح اور متقی بزرگ تھے" (زمیندار ۸ جون ۱۹۰۸ء)

پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعوے کے بعد آپ جیسے لوگوں کا حضرت اقدس پر قسم قسم کے الزامات لگانا ایسا ہی ہے۔ جیسے کفار مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر انواع و اقسام کے الزامات تراشے

بخاری صاحب اپنے اصلی روپ میں

پھر تقریر کی روانی اور خطابت کے جوش میں اپنے اصلی روپ میں ظاہر ہو کر بخاری صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق کہا۔

"جہاں یہ پنجاب کا سرکاری نبی جب اسکول میں پڑھنے جاتا ہوگا۔ آپ حضرات خود ہی فیصلہ کریں کہ سبق نہ آنے پر مرزا صاحب کے استاد کیا کرتے ہوں گے؟ وہ کیسا قابل دید منظر ہوگا جب مرزا صاحب کے کان پکڑے ہوئے ہوں گے اور اوپر سے چھڑیوں اور لاتوں کی بارش ہورہی ہوگی۔ میں کبھی کبھی خیال کیا کرتا ہوں کہ اس شخص نے جب نبوت کا دعوےٰ کیا تھا تو اپنے اس استاد کے سامنے کیسے منہ کھولا ہوگا۔" "استغفر اللہ"

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:۔

یا حسرۃ علی العباد ما یأتیھم من رسول الا کانوا بہ یستھزؤن (یٰس)

افسوس بندوں پر کہ ان کے پاس کوئی رسول نہیں آتا۔ مگر وہ اس سے تمسخر اور استہزاء کرتے ہیں یہ تمسخر کرنے والے وہی لیڈر اور عوام الناس ہوتے ہیں۔ جو خدا تعالیٰ کے انبیاء کے دشمن ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت نوح علیہ السلام کے متعلق فرماتا ہے:۔

"وکلما مر علیہ ملأ من قومہ سخروا منہ" (ھود ع)

جب حضرت نوح علیہ السلام کشتی بنا رہے تھے تو جب کبھی آپ کی قوم کے مثیل امراء و سردار لوگ آپ کے پاس سے گذرتے۔ تو وہ آپ سے ہنسی اور مخول کرتے اور آپ پر آوازے کستے اور نہ معلوم کیا کیا کچھ کہتے ہوں گے۔

اسی طرح یہود بھی حضرت عیسےٰ علیہ السلام پر اسی طرح کی پھبتیاں اڑاتے تھے اور مخول اور استہزاء سے پیش آتے تھے۔ ایک دفعہ سردار کاہن نے دوسرے کاہنوں سے کہا

"تم نے یہ کفر سنا ہے۔ تمہاری کیا رائے ہے۔ انہوں نے جواب میں کہا وہ قتل کے لائق ہے اس پر انہوں نے اسکے منہ پر تھوکا اور اس کے مکے مارے۔ اور بعض نے طمانچے مار کر کہا اے مسیح ہمیں نبوت سے بتا کہ تجھے کس نے مارا"

متی $\frac{26}{67-68}$

اور ایک دفعہ ان کے کپڑے اتار کر قرمزی چوغہ پہنایا "اور کانٹوں کا تاج بنا کر اسکے سر پر رکھا اور ایک سرکنڈا اس کے دہنے ہاتھ میں دیا۔ اور اس کے آگے گھٹنے ٹیک کر اسے ٹھٹھوں میں اڑانے لگے۔ کہ اے یہودیوں کے بادشاہ آداب اور اس پر تھوکا اور وہی سرکنڈا لے کر اسکو مارنے لگے۔" (متی $\frac{27}{30}$)

پس جس طرح حضرت عیسےٰ علیہ السلام سے یہودی مولویوں نے استہزاء اور تمسخر کیا۔ اسی طرح مسیح محمدی سے بھی ضروری تھا۔ کہ اس زمانہ کے مولوی اور اپنے آپ کو امیر شریعت یعنی سردار کاہن کا لقب رکھنے والے استہزاء کرتے۔ احراری امیر شریعت کا مذکورہ بالا استہزاء پڑھو اور ان کے متعلق انکے واقف کار معصروں کی مندرجہ ذیل آراء پڑھو۔ تو صاف معلوم ہوگا کہ یہ استہزائیہ کلمات کہتے وقت احراری امیر شریعت اپنے اصلی روپ میں ظاہر ہوئے تھے۔ سید حبیب صاحب ایڈیٹر روزنامہ سیاست نے ۱۹۳۵ء میں کہا تھا۔ اور بالکل درست لکھا۔ کہ

"سید عطاء اللہ شاہ صاحب احراری (بخاری کہنا سادات بخارا کی توہین ہے) عامیانہ مذاق کے آدمی ہیں۔ وہ بازاری گالیاں دینے میں مشاق ہیں۔ اسلئے عام آدمی ان کی تقریر کو گھنٹوں اسی طرح ذوق شوق سے سنتے ہیں جس طرح وہ میراثیوں اور ڈوموں کی گندی کہانیوں کو سنتے رہتے ہیں۔ ہماری اس رائے کی تائید اس جج نے کی ہے جس نے قادیان والے مقدمہ میں عطاء اللہ شاہ احراری کی سزا کو برائے نام باقی رہنے دیا۔ . . . . . . یہ جج اپنے فیصلہ میں عطاء اللہ شاہ احراری کی تقریر کے متعلق لکھتا ہے کہ مجرم کہتا ہے کہ اس نے امن کی تلقین کی۔

"لیکن اس تلقین امن کے ساتھ وہ ذلیل ترین قسم کی گالیاں دیتا تھا اور مذاق کرتا تھا"

جج پھر لکھتا ہے:۔

"لیکن جب مجرم خالص ملاحیاں سناتا ہے"

اس سے صاف ظاہر ہے کہ عطاء اللہ احراری کا وجود علماء کی جماعت کے لئے رسوا کرنیوالا ہے" (روزنامہ سیاست ۱۰ جون ۱۹۳۵ء)

اسی طرح ایک اور واقف کار نے احراری امیر شریعت کی تعریف یہ بیان کی ہے ؎

چندہ میں کمی ہو تو نکلتے ہیں بخاری
جیسے کہ مداری
سٹیج پہ آ رقص کا گرماتی ہے بازار
یہ مجلس احرار
احرار کی ڈفلی کی بجنے دے گی یہی گت
مل جائے ذلالت
اس دور میں بن جائیں ذرا ہم بھی تو زردار
یہ مجلس احرار

(روزنامہ سیاست لاہور ۲۱ اگست ۱۹۳۵ء)

پس احراری امیر شریعت کے متعلق جو غیر احمدی دوستوں نے اپنی رائے ظاہر کی ہے۔ وہ حرف بحرف ان پر صادق آتی ہے۔

کیا مرتد کی سزا اسلام میں قتل ہے

پھر بخاری صاحب نے بڑے طمطراق سے بیان کیا۔

"سلطنت اسلام کی ہوتی۔ تو دعویٰ نبوت کرنے والے کی سزا صرف یہی ہوتی کہ اسے اسلامی حکومت تین دن کے اندر اندر قتل کر دیتی۔ حضرت صدیق اکبر کی سنت یہی ہے۔ آپ نے دس ہزار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے سر کٹا کے اور مدعی نبوت کو ختم کر دیا۔"

قرآن مجید اور سنت سے محض ارتداد کی سزا قتل ہرگز ثابت نہیں۔ اور نہ محض نبوت کے ادعا کی سزا قتل ہے۔ قرآن مجید اور سنت سے صاف ثابت ہے کہ کسی کو قتل یا تو قصاص میں کیا جائے گا۔ یا اس وقت جب کہ وہ محاربہ اور فساد فی الارض کا مرتکب ہو۔

بخاری صاحب نے مسیلمہ کذاب کی جو مثال دی ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ اسے ادعائے

نبوت کی وجہ سے قتل نہیں کیا گیا تھا۔ ورنہ حضرت ابو بکرؓ نے کیا ایک شخص کو قتل کرنے کے لئے دس ہزار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے سر کٹائے تھے ؎

بریں عقل و دانش بباید گریست

مسیلمہ کذاب نے دعویٰ نبوت کے بعد جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خط لکھا وہ یہ تھا۔

"من مسیلمۃ رسول اللہ الی محمد رسول اللہ سلام علیک فانی قد شرکت فی الامر معک وان لنا نصف الارض ولقریش نصف الارض ولکن قریشا قوم یعتدون" (طبری) یعنی میں آپ کے ساتھ حکومت میں شریک ہوں نصف ملک ہمارا ہے اور نصف قریش کا۔ لیکن قریش وہ لوگ ہیں جو حد سے تجاوز کر رہے ہیں۔ چونکہ ابھی تک اس نے کوئی عملی قدم نہیں اٹھایا تھا۔ جواب میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے جنگ کا اعلان نہ کیا اور نہ اس کے قتل کا ارشاد فرمایا۔

مگر جب اس نے حجاز و یمامہ پر حاکم ہونے کا اعلان کر دیا۔ اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے مقرر کردہ والی ثمامہ بن اثال کو وہاں سے نکال دیا۔ (تاریخ الخمیس جلد ۲ صفحہ ۱۷۷)

اور سجاح کاہنہ باغیہ سے جو مسلمانوں کے ساتھ قتال کا ارادہ رکھتی تھی۔ اس نے اتحاد کر لیا۔ اور اسے کہا [illegible] بقومی وقومک العرب (طبری) یعنی میں اپنی اور تیری قوم کی مدد سے تمام عرب کو ختم کر دوں گا۔ نیز اس نے دو مدنی صحابیوں کو یعنی حبیب بن زید اور عبد اللہ بن وہب الاسلمی کو پکڑ کر اپنی نبوت بزور منوانا چاہی عبد اللہ تو مرتد ہو گیا۔ لیکن حبیبؓ نے فرمایا۔ تو اس کا ایک ایک عضو کاٹ کر آگ میں جلا دیا۔ (تاریخ الخمیس جلد ۲ صفحہ ۱۷۷) تب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس کے ساتھ جنگ کی۔ اور جب یمامہ کی جنگ ہوئی تو اس وقت صرف بنو حنیفہ کے چالیس ہزار سپاہی مسیلمہ کذاب کے ساتھ تھے اور ایسی سخت جنگ ہوئی کہ اس سے پہلے ایسی خونریز لڑائی مسلمانوں نے نہ دیکھی تھی۔

ان ان واقعات کی موجودگی میں جو معتبر اسلامی کتب تواریخ سے ثابت ہیں۔ یہ کہنا کہ مسیلمہ کذاب سے جنگ اس کے دعویٰ نبوت یا اس کے ارتداد کی وجہ سے کی گئی تھی۔ تاریخ اسلامی سے اپنی ناواقفیت کا ثبوت دینا ہے۔

احراری امیر شریعت کی قرآن دانی

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے امی ہونے کے ثبوت میں جو آیت احراری امیر شریعت نے پیش کی تھی۔ اس کے متعلق اوپر ذکر کیا جا چکا ہے۔ اب ایک اور مثال ان سے قرآن دانی سنئے۔ کہتے ہیں۔

"مریم کو بیٹا دیا تو اللہ نے تھا۔ اور اس کی صفائی بھی خود پیش کی۔ قالت هذا من عند اللہ فاشارت الیه کیف نکلم من کان فی المهد صبیا"

ہر وہ شخص جو قرآن مجید کا علم رکھتا ہے جانتا ہے کہ قالت هذا من عند اللہ قرآن مجید کی آیت نہیں ہے بلکہ آیت قالت هو من عند اللہ ہے۔ اور حضرت زکریا علیہ السلام کے اس سوال پر کہ تمہیں یہ رزق کہاں سے ملا ہے۔ حضرت مریم نے جب کہ وہ ابھی چھوٹی بچی تھیں۔ یہ جواب دیا تھا کہ یہ اللہ نے دیا ہے۔ مگر احراری امیر شریعت از راہ جہالت یہ کہہ رہے ہیں۔ کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی پیدائش پر دنیا کی لب کشائی کے جواب میں خدا تعالیٰ نے خود یہ صفائی پیش کی قالت هذا من عند اللہ کہ یہ بچہ تو اللہ کے پاس سے ہے۔ اور آیت قالت هو من عند اللہ سورہ آل عمران کی ہے۔ اور آیت فاشارت الیه سورہ مریم میں ہے۔ اور اس سے بھی احراری امیر شریعت نے کیف نکلم سے پہلے "قالوا" کا لفظ چھوڑ دیا ہے۔ یہ ہے نمونہ احراری امیر شریعت کی قرآن دانی کا ؎

گر ہمیں مکتب و ہمیں مُلّا
کار طفلاں تمام خواہد شد

جماعت احمدیہ "اسلامی سیرت کا ٹھیٹھ نمونہ" ہے

—— سر محمد اقبال شاعر مشرق ——

"موجودہ زمانے میں اس نظریہ کی مرزا غلام احمد قادیانی نے جو اغلباً عصر جدید کے ہندوستانی مسلمانوں میں سب سے بڑے عمیق اور دقیق نظر دینی مفکر ہیں۔ از سر نو نمائندگی کی ہے"

(رسالہ انڈین انٹی کویری جلد ۲۹ صفحہ ۲۳۹ (۱۹۰۰ء))

۱۸۵۷ء کا غدر شرعی جہاد نہ تھا

انگریزی حکومت ـ جہاد ـ احرار

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے شرعی جہاد کو حرام قرار نہیں دیا

شیخ حسام الدین ناظم مجلس احرار مرکزیہ کی تقریر پر تبصرہ

شیخ حسام الدین صاحب کی تقریر جو انہوں نے ملتان کانفرنس میں کی آزاد کے کانفرنس نمبر کے صفحات ۹ و ۱۰ پر شائع ہوئی ہے۔

شیخ صاحب نے آغاز تقریر میں یہ عذر کر کے کہ فتنہ مرزائیت کے متعلق وہ عقیدۂ دین اور اس کے متعلقات کے طور پر بیان کرنے کے اہل نہیں ہیں" کہا

"فتنۂ مرزائیت میرے نزدیک میری جماعت کے نزدیک دین سے تعلق نہیں رکھتا۔ بلکہ انگریز نے یہ تحریک اسلام دشمن ہند اور بیرون ہند میں اپنی شاطرانہ چالوں کو کامیاب بنانے کے لئے چلائی تھی"

سقوط بغداد اور خاتمہ ترکی خلافت کا اصل باعث

پھر شیخ صاحب نے تفصیل سے بیان کیا، کہ انگریزوں نے اپنی شاطرانہ چالوں سے مرکزیت اسلام کو تباہ کرنے کے لئے شریف حسین مکہ کے ساتھ یارانہ گانٹھا تاکہ اسے ترکی کے خلاف کھڑا کر کے ترکی خلافت کو ختم کر دیا جائے شریف حسین نے اس مقدس نام پر بڑے بڑے جلیل القدر علمائے کرام سے فتوے بھی حاصل کئے (یاد رہے یہ علمائے کرام سنی علماء تھے احمدی نہ تھے ناقل)

عوام الناس اور علمائے کرام میں سے جنہوں نے انگریز کی شاطرانہ چالوں کو سمجھتے ہوئے ترکی کے ساتھ حمایت کا اظہار کیا وہ انہیں "اسلامی مرکزیت" کا دشمن ملی غدار اور قوم فروش قرار دے کر یا تو گولی کا نشانہ بنا دیا یا پھر صحرائے عرب سے باہر نکال جزائر مالٹا میں نظر بند کر دیا۔ بالآخر ترکی کی تمام قوت مضمحل ہو گئی اور دامن خلافت تار تار ہو کر رہ گیا (کس نے کہا۔ سنی علماء کے فتووں اور مسلم عوام کی تائید نے۔ ناقل)

اسلامی ممالک کی موجودہ حالت

عربوں اور ترکوں کی باہمی کشمکش اور جنگ کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ اسلامی ممالک کو علیحدہ علیحدہ ریاستوں میں تقسیم کر دیا گیا۔

"آج عراق ہے۔ لیکن اسلامی سالی نہیں۔ شرق اردن موجود ہے۔ لیکن عربی سعادت نہیں۔ شام موجود ہے لیکن اس علاقہ پر ایک ایسی غیر ملکی قوم کا اثر و اقتدار قائم کر دیا گیا ہے جو پوری کائنات میں ایک راندۂ درگاہ قوم تھی۔ آج وہ شام کے ایک حصہ پر بحیثیت حکمران زندگی بسر کر رہی ہے"

میں نے شیخ صاحب کی تقریر کے اس حصے کا اس لئے ذکر کر دیا ہے کہ ایڈیٹر آزاد اور ان کے ہمنواؤں نے بار بار یہ اعتراض کیا ہے۔

"کہ جماعت احمدیہ نے برطانیہ کو مسلم ممالک عراق و عرب پر مسلط کرنے کے لئے سقوط بغداد میں حصہ لیا۔ اور اس کے سقوط پر قادیان میں چراغاں کیا" (آزاد ۲۷ فروری ۱۹۵۰ء)

لیکن شیخ صاحب نے صاف الفاظ میں بیان کر دیا ہے کہ سقوط بغداد اور ترکی خلافت کے دامن کو تار تار کرنے والے اصل میں عرب مسلمان تھے۔ اس میں شک نہیں کہ ہندوستانی [illegible] میں بھی جنہیں مسلمانوں کی اکثریت تھی۔ جرمن اور ترکوں سے جا کر لڑی [illegible] کہ مسلم رہنماؤں کے اس اعلان سے ظاہر ہے جو انہوں نے ۱۹۳۶ء کو جاری کیا۔ جس [illegible] مولوی ظفر علی خان نے اپنی کتاب "ہمارے [illegible] کے [illegible] میں نقل کیا ہے۔ "جنگ عظیم میں مسلمانوں [illegible] کی بہترین [illegible] جو ہندیا اور مسلمان سپاہی [illegible] مصیبتوں کا مقابلہ کرتے ہوئے جرمن دشمنوں [illegible] وہ [illegible] ان کے ساتھ [illegible] تھی۔ انگریزوں نے اکثر [illegible] کہا ہے کہ جنگ عظیم میں پنجاب کا [illegible] کہ وہ [illegible] اور پنجاب کی فوج کی غالب اکثریت مسلمان تھی"

یاد رہے کہ سقوط بغداد پر [illegible] چراغاں نہیں کیا بلکہ [illegible] مسلمانوں [illegible] چراغاں کر کے [illegible] اور حلیف اقوام کے درمیان جو جنگ [illegible] جاری تھی [illegible] ان [illegible] ختم ہو گئی

فلسطین میں احمدیوں کے کیمپ پر اعتراض

عرب [illegible] مسلمانوں کا جوش کم [illegible] [illegible] تھے جس کے نتیجہ میں اسلامی ممالک [illegible] تبدیل ہو گئے [illegible] فلسطین [illegible] ہو گئے [illegible]

ستی ساڑھے چار لاکھ عرب اپنے مقدس وطن
سے باہر نکال کر جلا وطن کر دیئے گئے ہیں۔ اور وہ آج
گرد و نواح عرب میں بے خانماں بے یار و مددگار اور
انتہائی بے کسی کے عالم میں سرگرداں پھر رہے ہیں۔ اسی
خلا مقبوضہ میں انگریزوں کے پرانے جاسوس انگریز
کے خود کاشتہ پودا مرزائیوں کے قادیانی مشن کی پوزیشن
یہ ہے کہ ان کا دفتر اور ان کا مکان آج تک محفوظ
ہے۔ مرزائیوں کے علاوہ اگر کوئی عرب بھی قادیانی
مشن کے مکان یا دفتر میں چلا جائے تو سرکاری
طور پر اس کی حفاظت کی جاتی ہے۔ یوں سمجھئے کہ
قادیانی مشن کے دفتر میں جانا ہی حفاظت و سلامتی
کی ضمانت ہے"۔

شیخ صاحب کے اس افتراء کا کیا جواب دیا جائے
دروغ بافی احرار کا پیشہ ہو چکا ہے۔ فلسطین میں دو
جگہ عرب احمدیوں کی بڑی بڑی جماعتیں تھیں۔ حیفا
اور کبابیر۔ کبابیر جو قصبہ حیفا کی حدود کے اندر ہے
اور چھوٹا سا گاؤں ہے۔ ان دونوں جماعتوں کا
قیام میرے ذریعہ سے ہوا۔ حیفا کی جماعت کے تمام
افراد دمشق میں پناہ گزین ہیں۔ اور اسی طرح دیگر مقامات
کے عرب احمدی بھی شام میں چلے گئے۔ مگر جیسے کہ
دوسرے فلسطینی عرب بعض مقامات سے ہجرت نہ
کر سکے۔ اور اب تک اپنی جگہوں پر مقیم ہیں۔
اسی طرح کبابیر کے عرب احمدی باوجود انتہائی کوشش
کے وہاں سے نہ نکل سکے۔ اور وہیں رہنے پر مجبور
ہو گئے۔

شیخ صاحب خود تسلیم کرتے ہیں۔ کہ ساڑھے
چار لاکھ عربوں نے فلسطین سے ہجرت کی حالانکہ فلسطین
کی عرب آبادی گیارہ لاکھ کے قریب تھی۔ باقی ساڑھے
چھ لاکھ کہاں آباد ہیں؟ کیا وہ فلسطین میں نہیں
ہیں؟ تو جو ان کی رہائش پر احرار کو کوئی اعتراض نہیں
تو چند آدمیوں کی بحالت مجبوری فلسطین میں رہائش
کیونکر قابل اعتراض ہو سکتی ہے؟

امام جماعت احمدیہ کے نام سیکرٹری عرب لیگ کا تار

سلامتی کونسل میں جب تقسیم فلسطین کا مسئلہ پیش ہوا
تو سر محمد ظفر اللہ خان صاحب نے جس عمدگی اور قابلیت
سے عربی ممالک کے نقطۂ نظر کو پیش کیا۔ اس سے کل عربی
ممالک کے تمام باشندے عش عش کر اٹھے۔ اور چوہدری
صاحب موصوف کے صد درجہ احسان مند ہو گئے۔ انہوں
نے قائد اعظم اور حکومت پاکستان کو شکریہ کے تار روانہ
کئے۔ چونکہ پاکستانی وفد اپنا کام ختم کر چکا تھا۔ اور
سر محمد ظفر اللہ خان صاحب واپس آنے والے تھے
انہیں ایام میں آپ کی ہمشیرہ صاحبہ بھی وفات پا گئیں
اس لئے خانگی معاملات بھی مقتضی تھے۔ کہ آپ جلد واپس
آجائیں۔ اور اس وجہ سے بھی آپ کا آنا ضروری تھا
کہ احمدیہ جلسہ سالانہ میں ان کی تقریر رکھی گئی تھی
ان سب باتوں کے مد نظر حکومت پاکستان کو لکھنے کے
علاوہ عرب لیگ کے سیکرٹری نے امام جماعت احمدیہ
کو بھی ایک تار دیا۔ کہ چوہدری صاحب کو اس وقت
تک لیک سکیس میں ٹھہرنے کی اجازت دی جائے
جب تک کہ یو۔ این۔ او میں فلسطین کا مسئلہ پیش
ہے۔ امام جماعت احمدیہ نے بخوشی اجازت دیدی
جس کے جواب میں سیکرٹری عرب لیگ نے حضور کی
خدمت میں شکریہ کا تار دیا۔ اس شکریہ کے تار کا
ذکر کر کے شیخ صاحب نے کہا۔

"ظفر اللہ خان جب ایک ملازم کی حیثیت
سے تشریف لے گئے۔ تو لیک سکیس میں
ٹھہرنے اور سلامتی کونسل میں مسئلہ فلسطین
پر بحث کرنے کی اجازت بھی حکومت پاکستان
سے حاصل کرنی چاہیئے تھی۔۔۔۔ ملازم پاکستان
کا شکریہ بنام مرزا محمود کے نام۔ یہ اندر ہی
اندر کیا سودے بازی ہو رہی ہے۔ اور
یہ شاطرانہ چالیں کن سازشوں کا پیش خیمہ
ہیں"؟

شیخ صاحب کو غلطی لگی ہے۔ جوش بغض و عداوت
میں انہیں یہ بھی یاد نہیں رہا۔ کہ اس وقت کا ذکر ہے جبکہ ابھی چوہدری
صاحب موصوف حکومت پاکستان کے ملازم نہیں تھے
ان کی خدمات حکومت نے مستعار طور پر لی تھیں۔
قائد اعظم اور حکومت پاکستان کے پاس بھی عرب لیگ
نے شکریہ کے تار بھیجے تھے۔ لیکن آپ کو یہ شاطرانہ
چالیں اور سودے بازی نظر آ رہی ہے۔ کیونکہ شاطرانہ
چالیں اور ہر جگہ سودے بازی احراری ٹولی کا ایک
امتیازی نشان ہے۔ مشہور مثل ہے۔ المرء
یقیس علی نفسہ

"مرزائیت" اور جہاد

اس عنوان کے ماتحت شیخ حسام الدین صاحب نے
فلسفیانہ شان میں کہا۔

"جب سلطنت مغلیہ کا زوال ہو گیا۔ اور
انگریز نے ہندوستان پر ایک حکمران کی حیثیت
سے اپنا اقتدار قائم کر لیا۔ تو ہندوستان
کے مجاہد علماء کرام نے انگریزوں کے خلاف
اعلان جہاد کر دیا۔ اور اپنے ملک ہندوستان کو
غیر ملکی حکمرانوں کے پنجۂ استبداد سے نجات
دلانے کے لئے ہندوستانی مسلمانوں کو جہاد
کے نام پر اکٹھا کیا۔ اور ان میں انگریزوں
کے خلاف ایک عام بغاوت کی لہر دوڑ گئی
تحریک انتہائی کامیاب تحریک تھی۔ انگریز
اس سے بوکھلا اٹھا اور اس نے نہایت چالاکی
اور عیاری سے ایسی سکیم سوچی۔ جس سے
مسلمانوں کی اس مذہبی جنون اور اسلام سے
والہانہ و مخلص عقیدت کو مذہب کی آڑ اور
مذہب کے نام پر ہی ختم کر دیا جائے۔۔۔۔
اور اس اہم کام کی سرانجام دہی کے لئے
مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا نام تجویز ہوا
جب بے شعور مسلمانوں نے مرزا غلام احمد
کی عجیب و غریب باتوں کی طرف متوجہ
ہونا شروع کیا۔ تو اسلام کے بہت بڑے
رکن "جہاد" کو سرے سے اسلامی زندگی
کے منافی قرار دیا۔ اور برملا اعلان کیا کہ
اب چھوڑ دو اے دوستو جہاد کا خیال
دیں کے لئے حرام ہے جہاد اور قتال

(۲) اسی طرح محمد علی جالندھری صدر صوبہ مجلس احرار
نے بمقام سرگودھا تقریر میں کہا۔

"ہم مرزائیت کو ایک خالص سیاسی پارٹی
سمجھتے ہیں۔ جسے انگریز نے مقاصد کے
بعد سیاسی ضروریات کے لئے بنایا۔
اور چونکہ ہندوستان میں تحریک حریت
کے محرک علماء تھے۔ اور علماء میں اس کا
محرک جذبہ جہاد تھا۔ اس لئے لازم تھا کہ
وہ کاٹنے کے لئے لوہا لایا جائے۔ اور
ان علمائے حق کے مقابلہ پر انگریزی جاسوسوں
کے چہروں پر داڑھیاں لگا کر سروں پر
عمامے بندھوا کر گلوں میں جبّے ڈال کر
ہاتھوں میں قرآن و حدیث دے کر مجدد
بنا کر مہدی بنا کر مسیح موعود بنا کر آگے لایا
جائے۔ جو کہ فتووں کا جواب فتووں سے
دیں۔۔۔۔۔ چنانچہ مرزا غلام احمد قادیانی
نے آتے ہی سب سے پہلے فتویٰ یہ دیا
کہ انگریز اولی الامر منکم ہے۔ اور
جہاد حرام ہو چکا ہے" (آزاد ۲ اپریل ۱۹۵۰ء)

یہ اعتراض قریباً تمام زعمائے احرار مختلف مواقع پر کرتے رہتے
ہیں اسکے جواب کے لئے مندرجہ ذیل امور پر غور کرنا ضروری ہے

(۱) کیا غدر یا بغاوت ۱۸۵۷ء ہندوستان کے مجاہد علماء کے انگریزوں
کے خلاف اعلان جہاد کا نتیجہ تھی۔ اور کیا ہندوستان کو غیر ملکی
حکمرانوں سے نجات دلانے کیلئے ہندوستانی مسلمانوں کو جہاد کے
نام پر اکٹھا کیا گیا تھا؟

(۲) کیا علمائے کرام انگریزی حکومت سے جہاد کو فرض سمجھتے تھے

(۳) بغاوت کے بعد مسلمانان ہندوستان کی حالت
کیسی تھی کیا وہ جہاد کر سکتے تھے۔

(۴) کیا یہ درست ہے۔ کہ انگریزوں نے ۱۸۵۷ء
کے بعد مرزائیت کو جو خالص سیاسی پارٹی ہے سیاسی
ضروریات کیلئے بنایا۔

(۵) کیا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جہاد
کو حرام اور ہمیشہ کے لئے منسوخ قرار دیا۔

(۶) کیا آپ اور آپ کی جماعت انگریزوں کی جاسوس ہے

(۷) کیا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مجدد، مہدی
اور مسیح موعود انگریزوں نے بنایا۔

۱۸۵۷ء کی بغاوت جہاد نہ تھی

پہلے سوال کا جواب یہ ہے۔ کہ ۱۸۵۷ء کی بغاوت
قطعاً اسلامی جہاد نہ تھی۔ اور اس کا اعلان نہ کسی
امام یا بادشاہ کی طرف سے کیا گیا تھا شیخ حسام الدین
صاحب یا جالندھری صاحب یا کوئی اور احراری ہی
بتلائے۔ کہ ۱۸۵۷ء میں کس امام نے جہاد کا
اعلان کیا تھا۔

سر سید احمد خاں صاحب کی تحقیق!

۱۸۵۷ء کی بغاوت کے متعلق سب سے مستند اور
بہترین رسالہ سر سید احمد خاں صاحب کا ہے۔ جو بغاوت
کے ایک سال بعد ۱۸۵۸ء میں شائع ہوا۔ اس کا
نام ہے۔ "رسالہ اسباب بغاوت ہند" اس رسالہ
میں آپ نے بدلائل ثابت کیا ہے۔ کہ یہ بغاوت
قطعاً جہاد نہ تھی۔ آپ فرماتے ہیں۔

"مسلمانوں کا بہت زور و شور سے آپس
میں سازش اور مشورہ کرنا اس ارادہ
سے کہ ہم باہم متفق ہو کر غیر مذہب کے
لوگوں پر جہاد کریں اور ان کی حکومت
سے آزاد ہو جائیں۔ نہایت بے بنیاد
بات ہے۔ جب کہ مسلمان ہماری گورنمنٹ
کے مستامن تھے۔ کسی طرح گورنمنٹ
کی عملداری میں جہاد نہیں کر سکتے تھے
بیس تیس برس پیشتر ایک بہت بڑے
نامی مولوی محمد اسمٰعیل صاحب دہلوی
مولوی صاحب ہیں۔ جنہیں احرار کے
امیر شریعت نے امیر المومنین کے لقب
سے ملقب کیا ہے۔ دیکھو کانفرنس نمبر
صفحہ کالم ۴ تالیف نے ہندوستان میں جہاد کا
وعظ کیا۔ اور آدمیوں کو جہاد کی ترغیب
دی۔ اس وقت اس نے صاف بیان کیا
کہ ہندوستان کے رہنے والے جو سرکار انگریزی
کے امن میں رہتے ہیں۔ ہندوستان میں جہاد نہیں
کر سکتے۔ اس لئے ہزاروں آدمی جہادی ہر ایک
ضلع ہندوستان میں جمع ہوئے۔ اور سرکار کی
عملداری میں کسی طرح فساد نہیں کیا۔ اور غربی
سرحد پنجاب پر جا کر لڑائی کی۔ اور یہ جو ہر ضلع
میں پاجی اور جاہلوں کی طرف سے جہاد کا نام ہوا
اگر ہم اس کو جہاد ہی فرض کریں تو بھی اس کی
سازش و صلاح قبل دسویں مئی ۱۸۵۷ء
مطلق نہ تھی" صفحہ ۔

بغاوت ۱۸۵۷ء کو جہاد قرار دینے والے مثیل احرار تھے

پھر لکھتے ہیں:۔ "غور کرنا چاہیئے۔ کہ اس زمانہ
میں جن لوگوں نے جہاد کا جھنڈا بلند کیا۔ ایسے
خراب اور بد رویہ اور بد اطوار آدمی تھے کہ بجز
شراب خوری اور تماش بینی اور ناچ اور رنگ دیکھنے
کے کچھ وظیفہ ان کا تھا۔ بھلا یونکر یہ پیشوا اور مقتدا
جہاد کے گنے جا سکتے تھے۔ سب جانتے ہیں۔ کہ
سرکاری خزانہ اور اسباب جو امانت تھا۔ اس میں خیانت
کرنا ملازمین کو نمک حرامی کرنی مذہب کی رو سے
درست نہ تھی صریح ظاہر ہے۔ کہ بے گناہوں کا
قتل علی الخصوص عورتوں اور بچوں اور بوڑھوں

قتل مذہب کے بموجب گناہ عظیم تھا پھر کیونکر یہ ہنگامہ فساد جہاد ہو سکتا تھا ہاں البتہ چند بدذاتوں نے دنیا کی طمع اور اپنی منفعت اور اپنے خیالات پورا کرنے اور جاہلوں کے بہکانے کو اور اپنے ساتھ جمعیت جمع کرنے کو جہاد کا نام دے لیا۔ پھر یہ بات بھی مفسدوں کی ترمزدگیوں میں سے ایک ہرامزدگی تھی نہ واقع میں جہاد "

دلی میں جہاد کا فتویٰ جو باغیوں نے چھاپا وہ اصل جھوٹا ہے

اس عنوان کے ماتحت سرسید احمد صاحب لکھتے ہیں:-

"دلی میں جو جہاد کا فتویٰ چھپا ...... وہ محض بے اصل ہے میں نے سنا ہے کہ جب فوج نمک حرام میرٹھ سے دلی میں گئی تو کسی نے جہاد کے باب میں فتویٰ چاہا۔ سب نے فتویٰ دیا کہ جہاد نہیں ہو سکتا۔ صہ

جب بریلی کی فوج دلی میں پہنچی اور دوبارہ فتویٰ ہوا جو مشہور ہے اور جس میں جہاد کرنا واجب لکھا ہے۔ بلاشبہ اصلی نہیں چھاپنے والے اس فتویٰ نے جو ایک مفسد اور نہایت قدیمی بدذات آدمی تھا جاہلوں کے ورغلانے اور بہکانے کو لوگوں کے نام لکھ کر اور چھاپ کر اس کو رونق دی تھی۔ بلکہ ایک آدھ مہر ایسے شخص کی چھاپ دی تھی۔ جو قبل غدر مر چکا تھا۔ مگر مشہور ہے کہ چند آدمیوں نے فوج باغی بریلی اور اس کے مفسد ہمراہیوں کے جبر اور ظلم سے مہریں بھی کی تھیں "

دلی میں ایک بڑا گروہ مولویوں اور ان کے تابعین کا ایسا تھا۔ کہ وہ مذہب کی رو سے مغل بادشاہ دلی کو بہت برا اور بدعتی سمجھتے تھے۔ ان کا یہ عقیدہ تھا۔ کہ دلی کی جن مسجدوں میں بادشاہ کا تسلط و دخل اور اہتمام ہے۔ ان مسجدوں میں نماز درست نہیں چنانچہ وہ لوگ جامع مسجد میں بھی نماز نہیں پڑھتے تھے۔ اور غدر سے بہت قبل کے چھپے ہوئے فتوے اس معاملہ میں موجود ہیں۔ کیا پھر بھی عقل قبول کر سکتی ہے۔ کہ ان لوگوں نے جہاد کے درست ہونے میں اور بادشاہ کو سردار بنانے میں فتویٰ دیا ہے ہرگز نہیں۔ میری دانست میں بھی مسلمانوں کے خیال میں بھی نہیں آیا۔ کہ باہم متفق ہو کر غیر مذہب کے حاکموں پر جہاد کریں " صہ ۹

"اور جاہلوں اور مفسدوں کا غلغلہ ڈال دینا کہ جہاد ہے جہاد ہے۔ اور ایک مزہ حیدری پر بازی۔ ناقابل اعتبار کے نہیں " صہ

"فوج میں ہرگز مشورہ اور پہلے سے سوچ بات اور غلوت کی نہ تھی۔ تحقیق بات ہے کہ باغیان فوج نے قبل بغاوت بھی کبھی اس بات کا آپس میں بھی ذکر نہیں کیا۔ ...... فوج باغی کا پہلے سے دلی کے مغل بادشاہ سے سازش کرنا محض بے اصل ہے " صہ

شیخ الکل مولوی نذیر حسین صاحب دہلی کا فتویٰ

مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی علمائے ہندوستان میں ایک امتیازی حیثیت رکھتے تھے۔ اور انہیں شیخ الکل کا خطاب دیا جاتا تھا۔ ان کی رائے جیسا کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی لکھتے ہیں۔ ۱۸۵۷ء کی بغاوت کے متعلق مندرجہ ذیل تھی۔

"مولانا شیخ نذیر حسین صاحب محدث دہلوی نے اصل معنی جہاد کے لحاظ سے بغاوت ۱۸۵۷ء کو شرعی جہاد نہیں سمجھا۔ بلکہ اس کو بے ایمانی و عہد شکنی و فساد و عناد خیال کر کے اس میں شمولیت اور اس کی معاونت کو معصیت قرار دیا۔

اس کے برعکس اس غدر میں گورنمنٹ کی خیرخواہی کی اور عین طغیانی طوفان بے تمیزی میں ایک زخمی لیڈی زوجہ مسٹر لیس کی جان بچائی۔ اور اس کے زخم کے معالجہ کے بعد وہ سرکاری کیمپ میں پہنچائی جس پر گورنمنٹ کی طرف سے بھی قدردانی و توجہ ہوئی۔ اس کی پوری تفصیل سرکاری کاغذات میں موجود ہے۔ اور کسی قدر اشاعۃ السنۃ میں بھی ہو چکی ہے "

(اشاعۃ السنۃ جلد ۸ نمبر ۱ صہ ۲۰۷)

حکومت ترکیہ کا بغاوت کے وقت ہندوستانی مسلمانوں کو مشورہ

حکومت ترکیہ جو سلطنت عثمانیہ کہلاتی تھی۔ اس نے "۱۸۵۷ء میں مسلمانان ہند کو سلطنت برطانیہ کا ساتھ دینے اور اس کی وفادار رعیت رہنے کا مشورہ دیا "

(ترکی و برطانوی جنگ کے اسباب کا انکشاف کا اقتباسی نوٹ۔ جو باہتمام منشی مظفرالدین صاحب مطبوعہ اسلامیہ سٹیم پریس لاہور میں چھپی)

بغاوت کی تحریک ہندوؤں کی تحریک تھی

زمیندار کے پاکستان نمبر میں منظور حسن صدیقی دکنی ادارہ زمیندار نے زیر عنوان "تاریخ پاکستان" غدر ۱۸۵۷ء کے متعلق یہ ذکر کر کے کہ درحقیقت ہندو یہ ادھار کھائے بیٹھے تھے کہ وہ ہندوستان پر حکومت کریں گے لیکن

"ہندو مسلم نفاق کی وجہ سے ملک تو انگریزوں کے قبضہ میں چلا گیا۔ اس لئے ہندوؤں نے مسلمانوں کو اپنے ساتھ ملا کر ۱۸۵۷ء میں انگریزی حکومت کے خلاف علم بغاوت بلند کیا چونکہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے ملازم ہندوستانیوں کو انسان بھی نہیں سمجھتے تھے۔ ان سے نہایت بدسلوکی سے پیش آتے تھے۔ اس لئے ہندوؤں کی تحریک جلد کامیاب ہو گئی۔ اور آخری مغل بادشاہ ابو مظفر بہادر شاہ ظفر کا بغاوت سے کوئی تعلق نہ تھا "

(زمیندار پاکستان نمبر صہ کالم ۳)

اسی طرح زمیندار مورخہ ۸ نومبر ۱۹۵۰ء میں آخری مغل بادشاہ ظفر بہادر شاہ کا بیان شائع ہوا ہے جس سے یہ نتیجہ نکالا گیا ہے۔

"بہادر شاہ ظفر کو باغیوں سے کوئی تعلق نہ تھا۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کی جعلی دستاویزات کے سوا بہادر شاہ کے بغاوت میں شامل ہونے کا اور کوئی ثبوت موجود نہیں۔ درحقیقت بغاوت کے محرک مسلمان نہ تھے "

پس ان حقائق کے باوجود احرار کا بغاوت ۱۸۵۷ء کو منبروں پر سے جہاد "جہاد" اعلان کر کے صاف طور سے جتاتا ہے۔ کہ احرار اسی قماش کے گروہ میں سے ہیں۔ جن کا ذکر سرسید احمد صاحب کے رسالے سے پہلے نقل کیا جا چکا ہے۔

علمائے کرام کا فتویٰ کہ انگریزوں کے خلاف جہاد کرنا جائز نہیں ہے

انگریزوں کی حکومت کے متعلق مشہور مسلم علمائے کرام کا فتویٰ یہی تھا کہ انگریزوں سے جہاد کرنا اسلام کی تعلیم کے خلاف ہے۔

حضرت سید احمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

حضرت سید احمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ تیرھویں صدی کے مجدد تھے۔ اور آپ نے سکھوں سے جہاد بھی کیا۔ اور بالاکوٹ کی جنگ میں شہادت پائی۔ اس مجاہد مرد سے جب یہ سوال کیا گیا۔

"اتنی دور سکھوں سے جہاد کرنے کیوں جاتے ہو۔ انگریز جو اس ملک پر حاکم ہیں۔ وہ دین اسلام کے کیا منکر نہیں ہیں؟ گھر کے گھر میں ان سے جہاد کر کے ملک ہندوستان لے لو۔ سید صاحب نے جواب دیا۔ کہ کسی سے ملک چھین کر ہم بادشاہت کرنا نہیں چاہتے۔ انگریزوں کا یا سکھوں کا ملک لینا ہمارا مقصد نہیں ہے۔ بلکہ سکھوں سے جہاد کرنے کی صرف یہی وجہ ہے۔ کہ وہ ہمارے برادران اسلام پر ظلم کرتے۔ اور اذان وغیرہ فرائض مذہبی ادا کرنے کے مزاحم ہوتے ہیں ...... سرکار انگریزی گو منکر اسلام ہے مگر مسلمانوں پر کچھ ظلم اور تعدی نہیں کرتی۔ اور نہ ان کو فرض مذہبی اور عبادت لازمی سے روکتی ہے۔ ہم ان کے ملک میں اعلانیہ وعظ کہتے اور ترویج مذہب کرتے ہیں۔ وہ کبھی مانع اور مزاحم نہیں ہوتی۔ بلکہ اگر کوئی ہم پر زیادتی کرتا ہے۔ تو اس کو سزا دینے کو تیار ہے ہمارا اصل کام اشاعت توحید الٰہی اور احیاء سنن سید المرسلین ہے۔ جو ہم بلا روک ٹوک اس ملک میں کرتے ہیں۔ پھر ہم سرکار انگریزی پر کس سبب سے جہاد کریں۔ اور خلاف اصول مذہب طرفین کے خون بلا سبب گراویں۔ یہ جواب باصواب سن کر سائل خاموش ہو گیا۔ اور اصل غرض جہاد کی سمجھ لی " (سوانح احمدی کلاں صہ ۵۷ مولفہ مولوی محمد جعفر صاحب تھانیسری)

حضرت مولانا محمد اسمٰعیل صاحب شہید کا فتویٰ

حضرت سید احمد صاحب بریلوی کے جاں باز و جان نثار حواری مولانا محمد اسمٰعیل صاحب شہید کے متعلق مولوی محمد جعفر صاحب تھانیسری اپنی تالیف سوانح احمدی کلاں کے صہ ۵۷ میں لکھتے ہیں۔

"اثنائے قیام کلکتہ میں جب ایک روز مولانا محمد اسمٰعیل صاحب شہید وعظ فرما رہے تھے ایک شخص نے مولانا سے یہ فتویٰ پوچھا۔ کہ سرکار انگریزی پر جہاد کرنا درست ہے یا نہیں؟ اس کے جواب میں مولانا نے فرمایا کہ ایسی بے رو ریا اور غیر متعصب سرکار پر کسی طرح بھی جہاد کرنا درست نہیں ہے۔ اس وقت پنجاب کے سکھوں کا ظلم اس حد کو پہنچ گیا ہے کہ ان پر جہاد کیا جائے "

یہ دونوں بزرگ ہستیاں پاکستان و ہندوستان میں نہایت عظمت اور قدر کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہیں۔ حتیٰ کہ مجلس احرار کے امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بھی ان کی عظمت کے قائل ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنی تقریر میں کہا۔

"حضرت امیرالمومنین شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے اور حضرت سید احمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے جاں نثار پروانے تھے "

(کانفرنس نمبر صہ کالم ۴)

ان دو بزرگوں کے فتویٰ سے ظاہر ہے۔ کہ وہ انگریزی حکومت سے جہاد کو جائز نہ سمجھتے تھے۔

مولوی محمد حسین ایڈووکیٹ اہل حدیث کا مذہب

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی جہاد کے معنی کی حقیقت جو مولوی نذیر حسین صاحب محدث دہلوی اور نواب صاحب بھوپال وغیرہ نے بیان کی ہے۔ جسے انہوں نے اپنے رسالہ "الاقتصاد فی مسائل الجہاد" میں تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اس تفصیلی تشریح کا مجمل ماحصل یہ دیتے ہیں۔

"مسلمان رعایا کو اپنی گورنمنٹ سے خواہ کسی مذہب یہودی. عیسائی وغیرہ پر ہو. اور اس کے امن و عہد میں وہ آزادی کے ساتھ شعار مذہبی ادا کرتی ہو. لڑنا یا اس سے لڑنے والوں کی جان و مال سے اعانت کرنا جائز نہیں ہے. (بناء علیہ) اہل اسلام کو ہندوستان کے لئے گورنمنٹ انگریزی کی مخالفت و بغاوت حرام ہے. اور یہ وہ جہاد نہیں ہے جس کا دین اسلام میں حکم آچکا ہے."

(اشاعۃ السنۃ جلد ۶ ۱ ۲۸۷)

اسی رسالہ کے ۲۹۳ میں لکھتے ہیں:-

"امن و آزادی عام و حسن انتظام برٹش گورنمنٹ کی نظر سے اہل حدیث ہند اس سلطنت کو از بس غنیمت سمجھتے ہیں. اور اس سلطنت کی رعایا ہونے کو اسلامی سلطنتوں کی رعایا ہونے سے بہتر جانتے ہیں. اور جہاں کہیں وہ رہیں یا جائیں. (عرب میں خواہ روم میں خواہ اور کہیں) کسی اور ریاست کا محکوم و رعایا ہونا نہیں چاہتے."

نیز اس نمبر کے ۲۹۲ پر لکھتے ہیں:-

"گروہ اہل حدیث کے لئے تو یہ سلطنت بلحاظ امن و آزادی اس وقت کی تمام سلطنتوں (روم. ایران. خراسان) سے بڑھ کر فخر کا محل ہے."

اسی طرح دیگر علماء مثلاً مولوی اشرف علی صاحب تھانوی (دیکھو کلمۃ الحق ۲۱-۲۲ شائع کردہ مرکزی خلافت کمیٹی بمبئی) اور شیعہ کے مجتہد العصر والزمان مولوی سید علی الحائری (دیکھو موعظۂ حسنہ) وغیرہ علماء نے ایسی حکومت کے خلاف جہاد کو نہ صرف ناجائز قرار دیا. بلکہ ان کی شکر گذاری کرنا ایک فرضی خیال ہے. چنانچہ حائری صاحب سکھوں کی حکومت سے انگریزی حکومت کا مقابلہ کر کے کہتے ہیں.

"بغداد اس سلطنت (برطانیہ عظمیٰ) کے وجود و بقا اور قیام و دوام کے لئے تمام احباب دعا کریں اور اس کے ایثار کا جو وہ اہل اسلام اور خاص کر شیعوں کی تربیت سے مرعی رکھتی ہے. ہمیشہ صدق دل سے شکر گذار رہیں. اور اس کے ساتھ دل سے وفادار رہنا اپنا شعار بنائیں."

اور فتاویٰ نذیریہ میں مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی کا ہندوستان میں جہاد کے متعلق یہ فتویٰ درج ہے.

"شرط مباح جہاد کے واسطے دو امر لابدی ہیں. ایک فقدان امن و امان و عہد و پیمان درمیان اہل اسلام و مقابلین کے. دوم وجدان شوکت و قوت و قدرت بسلاح و آلات جہاد پر. اور ہندوستان میں شوکت و قوت و قدرت سلاح و آلات مفقود ہے. اور امان و پیمان یہاں موجود. پس جبکہ شرط جہاد کی اس دیار میں معدوم ہوئی. تو جہاد کا یہاں کرنا سبب ہلاکت اور معصیت کا ہوگا. (فتاویٰ نذیریہ جلد ۲ ۴۷۲ مطبوعہ دلی پرنٹنگ ورکس)

اور سر سید احمد خاں صاحب کی رائے پہلے سوال کے جواب میں اوپر درج کی جا چکی ہے.

"جبکہ مسلمان ہماری گورنمنٹ کے مستامن تھے کسی طرح گورنمنٹ کی عملداری میں جہاد نہیں کر سکتے تھے."

(رسالہ اسباب بغاوت ہند صفحہ ۷)

اس سے ظاہر ہے کہ بزرگان دین اور مفکرین اسلام انگریزی حکومت کے شکر گذار تھے. اور ان سے جہاد کو ناجائز سمجھتے تھے.

(۳)

۱۸۵۷ء کی بغاوت کے بعد مسلمانان ہند کی حالت

بغاوت ۱۸۵۷ء کے بعد جس کے محرک بقول ناظم احرار مجلس مرکزی و صدر صوبہ جالندھری علماء کرام تھے. مسلمانان ہند حد درجہ کمزور ہو گئے تھے. اور وہ قطعاً اس قابل نہ رہے تھے. کہ وہ جہاد کر سکتے. چنانچہ اصغر حسین خاں صاحب نظیر لدھیانوی اخبار زمیندار لکھتے ہیں:-

"بغاوت سے مسلمانوں اور انگریزوں کے مابین دشمنی کے جذبات پیدا ہوگئے. مگر ہندو نے انگریز دیوتا کو بہت جلد خوش کر لیا. اور انگریزی کی تعلیم حاصل کر کے سرکاری دفاتر کی آسامیوں پر جلد جلد قبضہ کرنا شروع کر دیا. مسلمانوں کو چونکہ انگریزوں سے دشمنی تھی. اس لئے انہیں انگریزی زبان اور انگریزی تعلیمات سے بھی نفرت تھی. اس کا نتیجہ یہ ہوا. کہ ہندو سرکاری دفاتر اور ملک کی تجارت پر چھا گئے. اور مسلمان خانساماں. خدمتگار اور قلی بننے پر مجبور ہو گئے. اگر ۱۸۵۷ء کی بغاوت کامیاب ہو جاتی. تب بھی ہندوستان کے مالک ہندو ہی بنتے. کیونکہ مسلمان من حیث القوم کمزور ہو چکے تھے. اگر ان میں جوش حمیت باقی ہوتا. تو انگریز کے عروج سے پہلے ہی حکومت مغلیہ کا زوال عروج سے تبدیل ہو جاتا."

(زمیندار کا پاکستان نمبر مورخہ ۱۳ اگست ۱۹۵۰ء)

یہی رائے مولانا ابوالکلام آزاد نے ۸ر جنوری ۱۹۵۱ء کو دارالعلوم دیوبند میں ظاہر کی. آپ نے فرمایا.

"یہ درسگاہ ایسے وقت قائم کی گئی. جبکہ ہندوستان بہت بڑے فوجی انقلاب سے گذر چکا تھا. اس انقلاب کے بعد مصیبتوں کے جو پہاڑ ہندوستان اور بالخصوص مسلمانوں پر ٹوٹے. ان کا لحاظ کرتے ہوئے یہ مشکل معلوم ہوتا تھا. کہ آسمان ہند کے نیچے مسلمان اطمینان کا سانس لے سکیں گے. اس انقلاب سے پہلے اگرچہ مسلمانوں کی حکومت کمزور ہو گئی تھی. لیکن مسلمان عام زندگی میں ایک بلند معیار قائم کئے ہوئے تھے. ان سے نظام معیشت کی سطح بلند تھی. اور ملک میں ان کا اقتدار باقی تھا. لیکن ۱۸۵۷ء کے انقلاب نے مسلمانوں کے ہر ایک نظم کو پارہ پارہ کر دیا. اور ان کے تمام امتیازات کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیا."

(آزاد مورخہ ۲۶ر جنوری ۱۹۵۱ء ۲ کالم ۲)

اسی لئے مولوی محمد حسین بٹالوی ایڈووکیٹ اہلحدیث نے لکھا.

"کہاں اب سیف کا وقت نہیں رہا. اب بجائے سیف قلم سے ہی کام لینا ضروری ہو گیا ہے. مسلمانوں کے ہاتھ میں سیف کا آنا کیونکر ممکن ہے. جبکہ ان کا ہاتھ ہی ندارد ہے. ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا جانی دشمن ہے. شیعہ سنی کو اور سنی شیعہ کو. اہلحدیث اہل تقلید کو وعلیٰ ہذا القیاس اسی نگاہ سے دیکھ رہا ہے."

(اشاعۃ السنۃ جلد ۶ ۱۲ ۳۶۵)

ان شہادات سے ظاہر ہے. کہ بغاوت ۱۸۵۷ء کا نتیجہ یہ ہوا تھا. کہ ہندو طاقت پکڑ گئے. اور مسلمان کمزور ہو گئے تھے. اور اب ان میں اتنی سکت ہی نہ تھی. کہ وہ انگریزی حکومت کے خلاف جہاد کرنے کے لئے اٹھتے.

(۴)

عقلاء کے لئے لمحۂ فکریہ

جبکہ مجدد وقت سید احمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا محمد اسمٰعیل شہید اور دیگر اکابر علماء کا یہی فتویٰ تھا. کہ انگریزی حکومت سے جہاد کرنا شرعی لحاظ سے جائز نہیں ہے. اور یہ اتفاق علماء ایسی حکومت کی جس نے کامل مذہبی آزادی دی ہو. اطاعت کرنا عین مطابق شریعت اسلام ہے. تو غور کرو. انگریزوں کو ایسے شخص اور ایسی جماعت کے کھڑا کرنے سے کیا فائدہ ہو سکتا تھا. جس کے متعلق خود احرار کہتے ہیں:-

"اہل اسلام کے تمام فرقوں. طبقوں اور جماعتوں کے نزدیک. مبداء مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں." (آزاد ۱۰ر اکتوبر ۱۹۵۰ء)

پھر یہ کہنا کس قدر بعید از عقل اور صداقت ہے کہ ۱۸۵۷ء کے غدر کے بعد سیاسی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے انگریزوں نے مرزائیت کو بنایا." حالانکہ ۱۸۵۷ء کے غدر سے تینتیس سال بعد بانی جماعت احمدیہ نے مسیح موعود کے ہونے کا دعویٰ کیا تھا.

(۵)

کیا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جہاد کو ہمیشہ کے لئے منسوخ کر دیا؟

جس شخص کی یہ تعلیم ہو. "جو کچھ خدا اور رسول صلعم نے حرام کیا. ہم اس کو حرام سمجھتے اور جو کچھ حلال کیا اس کو حلال قرار دیتے ہیں. اور ہم شریعت میں نہ کچھ بڑھاتے اور نہ کم کرتے ہیں. اور ایک ذرہ کی کمی بیشی نہیں کرتے. اور جو کچھ رسول اللہ سے ہمیں پہنچا. ہم اسے قبول کرتے ہیں." (نور الحق حصہ اول ۵) اور جس کا یہ عقیدہ ہو. کہ قرآن مجید کی کوئی آیت منسوخ نہیں ہے. اور اس کا ہر حکم قیامت تک واجب العمل ہے. اس کے متعلق یہ خیال کرنا کہ اس نے قرآنی جہاد کو منسوخ کر دیا ہے. کیونکر درست ہو سکتا ہے.

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات کا صرف یہ مطلب ہے. کہ اس زمانہ میں چونکہ مخالفین اسلام نے مذہبی آزادی دے رکھی ہے. اس لئے مذہب کی خاطر تلوار اٹھانا شریعت اسلام کی رو سے جائز نہیں ہے. چنانچہ جب آپ پر ایڈیٹر المنار نے یہ اعتراض کیا. کہ چونکہ آپ انگریزوں کی حکومت میں رہتے ہیں. اس لئے آپ ان سے جہاد بالسیف کو ناجائز قرار دیتے ہیں. تو آپ نے اس کے اعتراض کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:-

"میں اس گورنمنٹ کی کوئی خوشامد نہیں کرتا. بلکہ اصل بات یہ ہے. کہ ایسی گورنمنٹ سے جو دین اسلام اور دینی رسوم پر کچھ دست درازی نہیں کرتی. اور نہ اپنے دین کو ترقی دینے کے لئے ہم پر تلوار چلاتی ہے. قرآن شریف کی رو سے مذہبی جنگ کرنا حرام ہے. کیونکہ وہ بھی کوئی مذہبی جہاد نہیں کرتی." (کشتی نوح حاشیہ ۶۸)

اور فرماتے ہیں. "تعجب ہے. کہ جبکہ اس زمانہ میں کوئی شخص مسلمانوں کو مذہب کے نام پر قتل نہیں کرتا تو وہ کس حکم سے ناکردہ گناہ لوگوں کو قتل کرتے ہیں."

(رسالہ جہاد صفحہ ۱۲)

اور فرماتے ہیں. "تلوار کے جہاد کا طریق بوجہ شرائط جہاد موجود نہ ہونے کے ان ایام میں ٹھایا گیا ہے."

(حقیقۃ المہدی صفحہ ۱۹)

اور فرماتے ہیں:- "لا شک ان وجوہ الجہاد معدومۃ فی ھذا الزمن و فی ھذہ البلاد" (ضمیمہ تحفۂ گولڑویہ ۳) یعنی اس میں شک نہیں. کہ جہاد کے وجوہ اس زمانہ اور اس ملک میں نہیں پائے جاتے.

اور جب اور جس مقام پر شروط جہاد پائے جائیں. تو اس کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا فتویٰ یہی ہے. کہ اس وقت جہاد بالسیف کیا جائے چنانچہ آپ پادری عماد الدین کے اعتراضات کا جوابات دیتے ہوئے (جس نے اپنی کتاب میں انگریزی حکومت کو آپ کے خلاف بدظن کرنے کے لئے لکھا تھا. کہ آپ درحقیقت حکومت کے باغی ہیں اور صرف مناسب موقع کے منتظر ہیں. کہ حکومت کے خلاف جہاد کا اعلان کریں) لکھا.

"اس نکتہ چین نے جو جہاد اسلام کا ذکر کیا ہے. اور گمان کرتا ہے. کہ قرآن بغیر لحاظ کسی شرط کے جہاد پر برانگیختہ کرتا ہے. سو اس سے بڑھ کر اور کوئی جھوٹ اور افترا نہیں. قرآن شریف صرف ان لوگوں کے ساتھ لڑنے کا حکم فرماتا ہے. جو خدا تعالےٰ کے بندوں کو اس پر ایمان لانے اور اس کے دین میں داخل ہونے سے روکتے ہیں. اور اس بات سے کہ وہ خدا تعالےٰ کے حکموں پر کاربند ہوں. اور اسکی عبادت کریں. اور ان لوگوں سے لڑنے کے لئے حکم فرماتا ہے. جو مسلمانوں سے بے وجہ لڑتے ہیں. اور مومنوں کو ان کے گھروں سے اور وطنوں سے نکالتے ہیں. اور خلق اللہ کو جبراً اپنے دین میں داخل کرتے ہیں. اور دین اسلام کو نابود کرنا چاہتے ہیں. اور لوگوں کو مسلمان ہونے سے روکتے ہیں. یہ وہ لوگ ہیں جن

پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہے۔" وہ جب علی المومنین ان یجاہدوھم ان لم ینتھوا" اور مومنوں پر واجب ہے۔ کہ ان سے لڑیں اگر وہ باز نہ آئیں"۔ (نور الحق حصہ اول ص۴۵)

اور فرماتے ہیں:۔ "شریعت اسلام کا یہ واضح مسئلہ ہے۔ جس پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے۔ کہ ایسی سلطنت سے لڑائی اور جہاد کرنا جس کے زیر سایہ مسلمان لوگ امن اور عافیت اور آزادی سے زندگی بسر کرتے ہوں...... قطعی حرام ہے"۔ (تبلیغ رسالت جلد ۱ ص۶۵ بحوالہ براہین احمدیہ حصہ سوم صفحہ ۲ ٹائیٹل پیج)

پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اس زمانہ میں مذہبی جنگ کو ناجائز قرار دینا قرآن مجید کے حکم کی تنسیخ کے لئے نہیں بلکہ شریعت اسلام کی مطابقت کی وجہ سے تھا۔

شیخ حسام الدین صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک شعر پیش کیا ہے۔ کہ آپ نے فرمایا

اب چھوڑ دو اے مومنو جہاد کا خیال
دین کے لئے حرام ہے جہاد اور قتال

اصل شعر یوں ہے ؎

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال
دین کے لئے حرام ہے اب جنگ اور قتال

اس میں لفظ اب کو حضور نے دو دفعہ استعمال کیا ہے۔ یہ بتانے کے لئے کہ موجودہ وقت میں جبکہ مذہبی آزادی پائی جاتی ہے۔ دین کے لئے جنگ کرنا حرام ہے پھر اس نظم میں حضور نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس حدیث کا ذکر کیا ہے۔ جس میں یہ پیشگوئی کی گئی تھی۔ کہ مسیح موعود دین کے لئے جنگ نہیں کرے گا۔ کیونکہ وہ مذہبی آزادی کا زمانہ ہوگا۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں

کیوں بھولتے ہو تم یضع الحرب کی خبر
کیا یہ نہیں بخاری میں دیکھو تو کھول کر
فرما چکا ہے سید کونین مصطفےٰ
عیسیٰ مسیح جنگوں کا کر دے گا التوا

یعنی مسیح موعود علیہ السلام کچھ عرصہ کے لئے مذہب کے لئے بوجہ شروط نہ پائے جانے کے جہاد بالسیف کو ملتوی کر دیں گے۔ پھر حضور اسی نظم میں اس کی ایک حکمت یہ بیان فرماتے ہیں۔ کہ اس زمانہ میں مسلمانوں کی حالت حد درجہ کمزور ہوگی۔ چنانچہ فرماتے ہیں

ظاہر ہیں خود نشاں کہ زماں وہ زماں نہیں
اب قوم میں ہماری وہ تاب و تواں نہیں
اب تم میں خود وہ قوت و طاقت نہیں رہی
وہ سلطنت وہ رعب وہ شوکت نہیں رہی
وہ نام وہ نمود وہ دولت نہیں رہی
وہ عزم مقبلانہ وہ ہمت نہیں رہی
دل میں تمہارے یار کی الفت نہیں رہی
حالت تمہاری جاذب نصرت نہیں رہی
ہر وقت جھوٹ سچ کی تو عادت نہیں رہی
نور خدا کی کچھ بھی علامت نہیں رہی
سب پر یہ اک بلا ہے کہ وحدت نہیں رہی
اک پھوٹ پڑ رہی ہے مودت نہیں رہی
تم مر گئے تمہاری وہ عظمت نہیں رہی
صورت بگڑ گئی ہے وہ صورت نہیں رہی
اب تم میں کیوں وہ سیف کی طاقت نہیں رہی
بھید اس میں ہے یہی کہ وہ حاجت نہیں رہی
اب تم پہ کوئی جبر نہیں غیر قوم سے
کرتی نہیں ہے منع صلوٰۃ اور صوم سے
ہاں آپ تم نے چھوڑ دیا دیں کی راہ کو
عادت میں اپنی کر لیا فسق و گناہ کو
سچ سچ کہو کہ تم میں امانت ہے اب کہاں
وہ صدق اور وہ دین و دیانت ہے اب کہاں
پھر جبکہ تم میں خود ہی وہ ایماں نہیں رہا
وہ نور مومنانہ وہ عرفاں نہیں رہا
پھر اپنے کفر کی خبر اے قوم لیجئے
آیت علیکم انفسکم یاد کیجئے (درثمین)

نظم کے یہ چند اشعار صاف طور پر غمازی کر رہے ہیں۔ کہ مسلمانوں کی دینی حالت ایسی نہ تھی۔ کہ وہ خدا تعالیٰ کی نصرت کی جاذب ہوتی۔ اور دوسری طرف گورنمنٹ وقت نے مذہبی آزادی دے رکھی تھی۔ اس لئے مذہب کے لئے قتال کی ضرورت نہ تھی۔ بلکہ ضرورت اس بات کی تھی کہ مسلمان اپنے آپ کو حقیقی مسلمان بنائیں۔ اور اسلام کی دنیا میں اشاعت اسلام اور خدا تعالیٰ سے اپنا تعلق قائم کریں۔ تا خدا تعالیٰ انہیں دین و دنیا میں کامیابی عطا فرمائے۔

مسلمانوں کی کامیابی حضرت مسیح موعودؑ کے مسلک میں ہی مضمر تھی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے انگریزی حکومت سے جہاد بالسیف کو ناجائز قرار دیا۔ اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا بھی یہی تھا۔ کہ اگر احراری صفت ملاؤں کے اصرار پر جنہوں نے انگریزی حکومت کے خلاف علم جہاد بلند کرنے کے لئے شور مچا رکھا تھا۔ اور ترک جہاد کو گناہ سمجھنے کے باوجود اپنے گھروں میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اور خدا تعالیٰ کی ناراضگی کی کوئی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ عام مسلمان انگریزوں کے خلاف جنگ شروع کر دیتے۔ تو کیا آپ خیال فرما سکتے ہیں۔ کہ ان کا انگریزوں سے لڑنا ان کے لئے مذہبی یا سیاسی لحاظ سے مفید ہو سکتا تھا ہرگز نہیں اگر مسلمان لڑتے۔ تو ان کے نفوس اور اموال لقمہ جنگ بنتے۔ اور فائدہ سکھ اور ہندو اٹھاتے۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نظریہ ہی مسلمانوں کو ہلاکت کے گڑھے سے نجات دلانے کا باعث ہوا۔ اور جس حکومت سے آپ نے جہاد بالسیف کرنے سے منع فرمایا تھا۔ اس حکومت نے بغیر جنگ کے ہی اہل ہند کو آزادی دیدی جس کے نتیجہ میں پاکستان معرض وجود میں آیا۔

مجلس احرار اور جماعت احمدیہ میں عملی لحاظ سے فرق

احرار کی ایمانی موت

مذہبی آزادی کے زمانہ میں جہاد بالسیف کی بجائے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:۔ "اس زمانہ کا جہاد یہی ہے کہ اعلائے کلمۃ الاسلام میں کوشش کریں۔ مخالفوں کے الزامات کے جواب دیں۔ دین متین اسلام کی خوبیاں دنیا میں پھیلائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سچائی دنیا پر ظاہر کریں۔ یہی جہاد ہے جب تک کہ خدا تعالیٰ کوئی دوسری صورت دنیا میں ظاہر کرے"۔ (مکتوبات حضرت مسیح موعود علیہ السلام بنام میر ناصر نواب صاحب مندرجہ رسالہ درود شریف ص۶۶)

لیکن احرار کے نزدیک انگریزی حکومت سے جہاد کرنا فرض تھا۔ جیسا کہ مولوی محمد علی صاحب جالندھری نے بمقام سرگودھا اپنی تقریر میں کہا۔

"ہندوستان کی تاریخ اور سیاست میں کونسا طالب علم ہے۔ جو کہ مولانا جعفر تھانیسری ، مولانا فضل حق خیر آبادی کے نام اور آزادئ وطن کے لئے ان کی مساعی سے آشنا نہیں۔ اور پھر ان سب کے سردار اور علماء کے شیخ مولانا شاہ عبد العزیز سے کون واقف نہیں۔ وہ مرد مجاہد جس نے سب سے پہلے یہ فتویٰ دیا۔ کہ "ہندوستان دار الحرب ہے۔ انگریزی حکومت کی اطاعت حرام اور بغاوت فرض ہے۔ جہاد کرو یا ہجرت ہندوستان میں مسلمانوں کے لئے تیسری اور کوئی راہ نہیں۔ اور جو ان میں سے کسی ایک چیز کے لئے بھی تیار نہیں۔ وہ سمجھ لے کہ اس کے ایمان کی موت ہو چکی"۔ (آزاد ۷ اپریل ۱۹۵۰ء)

اس سے ظاہر ہے کہ مجلس احرار کے نزدیک ہندوستان میں مسلمانوں کے لئے دو ہی صورتیں تھیں۔ "جہاد کریں یا ہجرت" ورنہ ماننا پڑیگا کہ ان کے ایمان کی موت ہو چکی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا احرار نے انگریزی حکومت سے جہاد کیا۔ یا ہندوستان سے ہجرت کی۔ جب دونوں صورتوں میں سے کوئی صورت اختیار نہ کی تو ان کے اپنے عقیدہ کی رو سے ان کی ایمانی موت میں کیا شبہ رہ جاتا ہے۔ پھر اگر یہ فتویٰ درحقیقت شاہ عبد العزیز صاحب نے دیا تھا۔ تو انہوں نے خود اس پر کیوں عمل نہ کیا؟ اور کیوں احراری امیر شریعت کے امیر المومنین شاہ محمد اسماعیل صاحب شہید اور ان کے پیر مرد مجاہد سید احمد صاحب بریلوی نے اس کے خلاف فتویٰ دیا۔ مولانا محمد جعفر صاحب تھانیسری نے سید صاحب کے خطوط لکھ کر یہ نتیجہ نکالا ہے۔ کہ "سید صاحب کا سرکار انگریزی سے جہاد کرنے کا ہرگز ارادہ نہیں تھا۔ وہ اس آزاد عملداری کو اپنی ہی عملداری سمجھتے تھے"۔ (سوانح احمدی کلاں ص۱۳۹) لیکن احمدیہ جماعت نے اس مذہبی آزادی کے زمانہ میں جو جہاد کی صحیح صورت سمجھی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو اس کی نوعیت بیان فرمائی۔ اس کے مطابق جماعت احمدیہ نے اپنی پوری قوت اور طاقت سے جہاد کیا اور تمام دنیا میں اسلام کی تبلیغ کا انتظام کر دیا۔ اس وقت جماعت احمدیہ کے بیسیوں تبلیغی مرکز دنیا کے مختلف بلاد و امصار میں قائم ہیں۔ اور اس چھوٹی سی جماعت نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت کو دنیا میں آشکار کرنے کے لئے وہ عظیم الشان کام کیا ہے۔ جو اسلامی حکومتیں اور بادشاہ بھی نہ کر سکے

(۶)

جاسوسی کے الزام کا جواب

زعماء احرار کا یہ الزام کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کی جماعت انگریزوں کی جاسوس ہے۔ ایک ایسا الزام ہے۔ جس کے جھوٹا ثابت کرنے کے لئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔ ہر ایک احمدی جانتا ہے کہ اس نے احمدیت کو محض دین کی خاطر قبول کیا ہے۔ اور ان میں سے ہر ایک جانتا ہے۔ کہ وہ انگریزوں کا جاسوس نہیں ہے۔ اس لئے جب وہ احرار کے ایسے بے سروپا اتہامات کو پڑھتا ہے۔ تو اس کا ایمان پہلے سے اور زیادہ مضبوط ہو جاتا ہے۔ کیونکہ وہ جان لیتا ہے کہ دشمن کے ہاتھ میں سوائے کذب وافترا کے اور کچھ نہیں۔

کیا کوئی عقلمند خیال کر سکتا ہے کہ احمدی انگلستان کے دیہاتوں اور شہروں میں جو یہ منادی کر رہے ہیں۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے ہیں۔ اور سری نگر کشمیر میں مدفون ہیں۔ وہ انگریزوں کے لئے جاسوسی کر رہے ہیں کیا کوئی شخص یہ باور کر سکتا ہے۔ کہ یونائیٹڈ سٹیٹس آف امریکہ کے مختلف مقامات پر جو احمدیہ تبلیغی مرکز قائم ہیں۔ جو عیسائیت کی تردید اور اسلام کی تائید میں شب و روز تقریریں کر رہے ہیں۔ وہ انگریزوں کے جاسوس ہیں۔ اور کیا یہ ماننے کے قابل ہے کہ ہالینڈ جرمنی۔ فرانس۔ سوئٹزرلینڈ اور دیگر ممالک میں احمدی انگریزوں کی ایجنٹی کر رہے ہیں۔

اور یہ عجیب تربات ہے۔ کہ امریکہ اور دیگر حکومتوں کی سی۔ آئی۔ ڈی۔ احرار کے خیال کے بموجب اس قدر غبی واقع ہوئی ہے۔ کہ اسے احرار جتنی بھی لیاقت نہیں ہے۔ کہ وہ یہ پتہ لگا سکے۔ کہ احمدیوں کو مذہب سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ اور وہ تو انگریز کے جاسوس ہیں۔ تف ہے احرار کی ایسی عقل پر۔ ؏

بریں عقل و دانش بہ باید گریست

اصل بات یہ ہے۔ کہ زعماء احرار سمجھتے ہیں۔ کہ ہم عوام الناس کو جو زیادہ غور کرنے کے عادی نہیں ہیں۔ ایسی باتوں سے اپنا گرویدہ بنا لیں گے۔ لیکن وہ یاد رکھیں۔ وہ اس مقصد میں کبھی کامیاب نہیں ہونگے۔ ایک ادنیٰ سے ادنیٰ عقل کا آدمی بھی سمجھ سکتا ہے۔ کہ جاسوس کبھی اس حکومت کی تعریف نہیں کیا کرتا۔ جس کے لئے وہ جاسوسی کرتا ہے۔ اور کوئی حکومت

ایسے شخص کو جاسوس نہیں بنایا کرتی جس کے لوگ دشمن ہوں اور بقول احرار جسے مسلمانوں کے تمام طبقے کافر اور مرتد سمجھتے ہوں۔ سچ ہے دشمن بات کرے انہونی۔

(۷)

کیا انگریزوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو کھڑا کیا؟

ساتواں احرار کا یہ کہنا کہ انگریزوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اپنی سیاسی اغراض پورا کرنے کے لئے کھڑا کیا اور انہی کے اشارے پر نعوذ باللہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مسیح اور مہدی ہونے کا دعویٰ کیا۔ سراسر جھوٹ اور ناپاک افترا ہے۔

اوّل اس لئے کہ حضور نے جو دعویٰ کیا وہ ایسا نہیں تھا کہ لوگ اسے آسانی سے قبول کر لیتے۔ بلکہ اس کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ مسلم اور غیر مسلم آپ کے مخالف ہو جاتے اور جیسا کہ فی الواقعہ مسلمانوں اور ہندوؤں۔ عیسائیوں اور دہریوں نے آپ کی مخالفت کی۔

دوم۔ اگر آپ کو انگریزی حکومت نے کھڑا کیا تھا تو پھر کیوں قادیان میں سی۔آئی۔ڈی کے آدمی رکھے جاتے تھے جو آنے جانے والوں کے متعلق گورنمنٹ کو خفیہ رپورٹیں کرتے رہتے تھے۔

سوم۔ سوچنا چاہیئے کہ عیسائی حکومت نے ایسے شخص کو کیوں منتخب کیا جو بقول احرار حضرت عیسٰے علیہ السلام کی جسے عیسائی خدا اور خدا کا بیٹا تسلیم کرتے ہیں سخت اہانت کرنے والا اور ان کا بیان دینے والا تھا اور اس کی وفات کا قائل تھا جو یہ کہا کرتا تھا:۔

"عیسائیوں کے خدا کو مرنے دو کیونکہ
اس کی موت میں اسلام کی زندگی ہے"

اور جس کا یہ دعویٰ تھا ؎

"بعد از خدا بعشق محمد مخمرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم"

اور جس نے عیسائی پادریوں کی وہ خبر لی اور ان کے مذہبی عقائد کفارہ وغیرہ کی وہ دھجیاں اڑائیں جس کی نظیر پہلے زمانوں میں نہیں پائی گئی جس پر پادریوں نے قتل کا مقدمہ کیا۔ اگر وہ عیسائی حکومت کا ہی قائم کردہ ہوتا تو کیا وہ حکومت ان پادریوں کو یہ نہ کہتی کہ اس شخص کی مخالفت کی ضرورت نہیں کیونکہ وہ ہماری ہدایات کے مطابق ہی سب کچھ کر رہا ہے۔ ؎

"کچھ تو خوفِ خدا کرو لوگو!
کچھ تو لوگو خدا سے شرماؤ!
سر پہ خالق ہے اس کو یاد کرو
یونہی مخلوق کو نہ بہکاؤ"

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کی دلیل

احرار کا مذکورہ بالا اعتراض کوئی نیا اعتراض نہیں ہے جس کی نظیر پہلے انبیاء کے وقت میں نہ پائی گئی ہو۔ خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر یہی اعتراض کیا گیا۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں مخالفوں کی حالت کا بطور مثال یوں ذکر فرمایا ہے۔

انہ فکر وقدر فقتل کیف قدر ثم قتل کیف قدر ثم نظر ثم عبس وبسر ثم ادبر واستکبر فقال ان ھذا الاسحر یؤثر ان ھذا الا قول البشر۔ (المدثر)

ان آیات میں اللہ تعالےٰ نے ایک دشمن حق کی فطرت کا نقشہ کھینچا ہے جب اس کے سامنے ایک غیر معمولی کلام کا دعویٰ پیش ہوا تو اس نے کہا یہ بہت بڑی بات ہے۔ اس کے متعلق سوچنا چاہئیے کہ کیا طریق اختیار کیا جائے۔ پھر سوچنے کے بعد اس نے فیصلہ کیا کہ میں یوں کرونگا پس ہلاک ہو جائے کہ اس نے کیسا برا فیصلہ کیا۔ بجائے اس کے کہ وہ خدا کے کلام کو مانتا اس نے یہ خیال کر کے کہ اس کے ماننے سے میری عزت جاتی رہے گی۔ اس کی مخالفت کرنے کا فیصلہ کیا۔ پھر ہلاک ہو کہ اس نے کیسا ہی برا فیصلہ کیا۔ پھر اس نے سوچنے کے بعد نظر اٹھائی۔ جیسا کہ غور کرنے کے بعد اٹھائی جاتی ہے۔ پھر اپنی بڑائی اور کبر جتانے کے لئے اس نے تیوری چڑھائی۔ اور اس عبوست کے آثار اس کے چہرہ پر ظاہر ہوئے اس نے دیکھا کہ مقابلہ آسان نہیں۔ پھر متکبرانہ حالت میں حقارت سے پیٹھ پھیر کر اپنا خیال سمجھا یا ہے۔ پھر قوم کو اس کے خلاف ابھارنے کے لئے کہا ان ھذا الاسحر یؤثر کہ یہ کمال فریب ہے کہ آسے یہودیوں اور عیسائیوں نے سکھا پڑھا کر اور فریب کر کے ہمارے خلاف کھڑا کر دیا ہے۔ یہ باتیں ہیں تو دلفریب جو نہایت ہوشیاری سے قوم میں تفرقہ ڈالنے کے لئے مرتب کی گئی ہیں اور یہ یقیناً انسانی کلام ہے۔ لیکن یہ محمد کا اپنا کام نہیں بلکہ دوسروں سے نقل کیا گیا ہے۔ یعنی پس پردہ سکھانے والے اور ہیں چنانچہ دوسری جگہ اللہ تعالےٰ نے ان کا یہ قول نقل کیا ہے۔ انما یعلمہ بشر کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو پس پردہ کوئی انسان سکھاتا ہے۔ اور مفسرین نے چند یہودیوں اور عیسائیوں کے نام لکھے ہیں جن کے متعلق یہ کہا جاتا تھا کہ وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو سکھاتے تھے۔

بعینہٖ یہی اعتراض احرار نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نسبت کیا ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بمطابق آیت ما یقال لک الا ما قد قیل للرسل من قبلک صداقت کا ثبوت ہے۔ اب ہم ان آیات کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دشمنوں پر چسپاں کرتے ہیں جب آپ نے یہ دعویٰ کیا کہ مجھے اللہ تعالےٰ نے اپنے مکالمہ و مخاطبہ سے مشرف فرمایا ہے اور بذریعہ وحی مجھے اطلاع دی ہے کہ مسیح ابن مریم فوت ہو چکا ہے اور آنے والا مسیح تو ہے۔ تو لوگوں نے اس عجیب وغریب دعویٰ کو سن کر غور کرنا شروع کیا۔ پھر ایک فیصلہ کیا۔ فقتل کیف قدر پس ہلاک ہو کہ اس نے کیا برا فیصلہ کیا۔ یعنی بجائے ماننے کے علماء نے مخالفت کا فیصلہ کیا اور سیاسی زعماء نے یہ خیال کیا کہ ہمیں اس کی طرف توجہ دینے کی ضرورت نہیں علماء نے خوب زور شور سے مخالفت کی۔ کفر کے فتوے لگائے۔ آپ کے قتل کے منصوبے کئے گئے۔ دلائل سے مقابلہ کرنا چاہا۔ پھر انہوں نے اور پادریوں نے حکومت میں غلط رپورٹیں کر کے حکومت کو آپ کے خلاف اکسایا۔ اور کہا کہ آپ حکومت کے دشمن ہیں صرف مناسب موقعہ کے منتظر ہیں جو حکومت کے خلاف جہاد کا اعلان کر دیں۔ لیکن خدا تعالےٰ نے اپنے بندے کی تائید کی۔ اور جماعت بڑھتی چلی گئی۔ اب زعماء نے یہ محسوس کیا کہ ہمارے پہلے ہتھیار شکست کھا چکے ہیں۔ اور جو طریق مخالفت کا اختیار کیا گیا وہ درست نہیں ہے۔

ثم نظر اس لئے انہوں نے تحریک احمدیت کے لئے پھر سے سوچنا شروع کیا۔ ثم عبس وبسر یعنی غور و فکر کے نتیجہ میں اپنی پہلی شکست کو یاد کر کے اور دل ہی دل میں غصہ کھا کر تیوری چڑھائی۔ یہاں تک کہ اس کے آثار چہرہ پر بھی نمایاں ہو گئے ثم ادبر و استکبر۔ پھر اس نے از راہ حقارت پیٹھ پھیر لی اور متکبرانہ لہجہ میں کہا۔ لو اب ہم سمجھ گئے ہیں اور کامیابی کا طریق ہم نے معلوم کر لیا ہے فقال ان ھذا الاسحر یؤثر ان ھذا الا قول البشر۔ یعنی تمہارا یہ دعویٰ سب فریب ہی فریب ہے۔ دراصل تحریک احمدیت مذہبی تحریک نہیں ہے۔ بلکہ ایک سیاسی تحریک ہے جسے انگریزوں نے اپنے سیاسی اغراض و مقاصد حاصل کرنے کے لئے تیار کیا ہے۔ چنانچہ آزاد بحوالہ ڈاکٹر اقبال صاحب لکھتا ہے۔

علماء نے مدت سے اسے خالصۃً مذہبی تحریک سمجھا ہے۔ اور مذہبی اسلحہ کے ساتھ اس کے خلاف صف آراء ہو گئے ہیں۔ میرے نزدیک اس تحریک کا یہ علاج نہ تھا اور یہی وجہ ہے کہ علماء کرام کو اس تحریک کی بیخ کنی میں پوری کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔

جہاں تک میں اس تحریک کا مفہوم سمجھ سکا ہوں وہ یہ ہے کہ مرزائیوں کا یہ عقیدہ کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام ایک فانی انسان کی مانند جام مرگ نوش فرما چکے ہیں۔ نیز یہ کہ ان کے دوبارہ ظہور کا مقصد یہ ہے کہ روحانی اعتبار سے ان کا ایک مثیل پیدا ہوگا کسی حد تک معقولیت کا رنگ لئے ہوئے ہے۔ لیکن یہ چیزیں تحریک کی اصل روح کے اجزاء ہیں بلکہ میری رائے میں وہ کامل نبوت کی طرف ایک تمہیدی اقدام ہے۔ کیونکہ یہی چیز اس تحریک کے مقاصد کو پورا کر سکتی ہے جو جدید سیاسی مصالح کی بنا پر معرض وجود میں آئی ہے۔

(آزاد ۱۳ اپریل ۱۹۵۰ء)

اس تحریر سے جو آزاد نے شائع کی ہے صاف ثابت ہے کہ مخالفین سلسلہ احمدیہ نے مذہبی لحاظ سے مقابلہ کا طریق اختیار کیا تھا اس میں شکست ہوئی ہے۔ اور علماء نے جن باتوں کو موجب ارتداد و تکفیر ٹھہرایا تھا ان کی صحت اور معقولیت ڈاکٹر اقبال جیسے شخص کو بھی تسلیم کرنی پڑی ہے۔ گویا مذہبی میدان میں احمدیت کی فتح کو تسلیم کر لیا گیا ہے۔

پہلے دور میں مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کی جماعت کے خلاف انگریزی گورنمنٹ کو اکسایا جاتا تھا۔ اور قسم قسم کی جھوٹی رپورٹیں ان کے خلاف کی جاتی تھیں۔ لیکن جب گورنمنٹ کو یقین ہو گیا کہ جماعت احمدیہ ایک پر امن جماعت ہے اور مذہبی آزادی دینے والی حکومت کی اطاعت کو ضروری خیال کرتی ہے۔

تو دوسرے دور میں مخالفین نے احمدیوں کے خلاف عامۃ الناس کو یہ کہہ کر بھڑکانا شروع کیا کہ یہ جماعت محض پولیٹیکل گروہ ہے اس کا مذہب سے دور کا بھی تعلق نہیں ہے اور سرگودھا کی تقریر میں شیخ حسام الدین صاحب نے کہا کہ:۔

"یہ جماعت انگریز کی جماعت ہے جسے اس نے خود اپنی اغراض کے لئے وجود دیا۔ مرزائیت کے عقب میں ہمیں انگریز ہی انگریز نظر آتا ہے"

(آزاد مورخہ ۱۳ اپریل ۱۹۵۰ء)

لیکن احمدیہ جماعت چونکہ ایک مذہبی جماعت ہے پولیٹیکل گروہ یا سیاسی جماعت نہیں ہے۔ اور تمام احمدی جانتے ہیں کہ وہ انگریزوں کے اشارہ پر نہیں چلتے اور نہ ہی ان کے لئے جاسوسی کرتے رہے۔ اور انہیں انگریزوں سے صرف اتنا ہی تعلق ہے کہ وہ انہیں تبلیغ اسلام کریں۔ تا وہ بھی روحانی چشمہ سے سیراب ہوں۔ اس لئے اس دور میں بھی یقینی طور پر احمدیوں کی فتح ہے ؎

نوائے ما بنہ ہر سعید خواہد بود
نوائے فتح نمایاں بنام ما باشد

احمدیہ فرقان فورس کشمیر کے محاذ پر

پاکستان کی سرسبزی و شادابی بلکہ پاکستان کا قیام دراصل کشمیر کے پاکستان سے الحاق پر موقوف ہے لیکن یہ شیخ صاحب کے الفاظ میں ہی احرار سے

پوچھتا ہوں۔

"جب کشمیر کی حسین وادی ڈوگرہ شاہی کے پنجۂ استبداد کا شکار تھی۔ اس خطۂ کشمیر جنت نظیر کی عزت داؤ پر لگ چکی تھی جاری تھی ہندوستان اور کشمیر کے مسلمانوں کے درمیان معرکۃ الآرا جنگ جاری تھی۔ اسلام اور کفر کی ٹکر تھی .....

جب دنیائے اسلام کے تمام جلیل القدر علماء اور حجاز سے لے کر پاکستان کے آخری کونے کے تمام مقتیانِ دین نے واضح الفاظ میں جہاد کشمیر کے سلسلے میں فتوے صادر کئے" تو اس وقت احرار کیوں مجاہدین کی صف میں دشمنوں کے مقابل پر سینہ سپر نہ ہوئے؟ اور کیوں اپنے بیوی بچوں کے پاس گھروں میں بیٹھے رہے؟ کس مفتی نے انہیں جہاد سے مستثنیٰ کیا تھا؟ اندھے تھے یا مریض تھے؟ یا وہ لنگڑے لولے تھے؟ کونسا عذر شرعی ان کے جہاد میں شامل ہونے سے مانع تھا؟

لیکن برخلاف ان کے احمدیوں کی ایک رضاکار بٹالین "فرقان فورس" کے نام سے کشمیر کے محاذ پر دشمنوں سے لڑتی رہی جس کے متعلق شیخ صاحب کہتے ہیں۔

"کشمیر کے محاذ پر مرزائیوں کے جانے کا واحد مقصد صرف یہ تھا کہ وہاں محاذ پر لڑنے والے مجاہدین کے حوصلے پست کئے جائیں اور انہیں یہ کہہ کر ورغلایا جائے کہ جنگ کشمیر جہاد نہیں ہے تم خواہ مخواہ کیوں جانیں دیتے جا رہے ہو اور اپنا مال تباہ کر رہے ہو۔"

پھر کہتے ہیں:۔

"ہماری حقیقت آفرین صداؤں کو ارباب حکومت نے گوش ہوش سے سنا اور مرزائیوں کی اندرونی اور خفیہ سازشوں کو نہایت خطرناک اقدام قرار دیتے ہوئے کشمیر سے فرقان بٹالین کو فوراً توڑ دیا۔"

اس سارے من گھڑت افسانے کی تردید پاکستانی افواج کے کمانڈر انچیف کے اس پیغام سے ہو جاتی ہے جو انہوں نے فرقان فورس کو الوداع کہتے ہوئے دیا۔ جو سول اینڈ ملٹری گزٹ اور دیگر اخبارات میں شائع ہوا۔ آپ نے فرقان فورس کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:۔

"جون ۱۹۴۸ء میں جب آپ نے جہاد کشمیر میں شمولیت کے لئے ایک رضاکار دستے کی پیش کش کی تو اسے خوشی سے قبول کیا گیا۔ ۱۹۴۸ء کے موسم گرما میں تھوڑے عرصہ کی ٹریننگ کے بعد آپ اس قابل ہو گئے کہ محاذ جنگ میں اپنی جگہ سنبھالیں۔ چنانچہ ستمبر ۱۹۴۸ء میں آپ کو MALF کمان کے ماتحت کر دیا گیا۔

آپ کی بٹالین خالص رضاکار بٹالین تھی۔ جس میں زندگی کے ہر شعبہ سے تعلق رکھنے والے لوگ شامل تھے۔ ان میں کسان بھی تھے اور مزدور پیشہ بھی۔ کاروباری لوگ بھی تھے اور نوجوان طلباء اور اساتذہ بھی۔ وہ سب کے سب خدمت پاکستان کے جذبہ سے سرشار تھے۔ آپ نے اس قربانی کے بدلے میں جس کے لئے آپ میں سے ہر ایک نے اپنے آپ کو بخوشی پیش کیا کسی قسم کے معاوضہ اور شہرت و نمود کی توقع نہ کی۔

آپ جس جوش اور ولولے کے ساتھ آئے اور اپنے فرائض منصبی کی بجا آوری کے لئے تربیت حاصل کرنے میں جس بے نظیر اشتیاق کا اظہار کیا اس سے ہم بہت متاثر ہوئے۔ ان تمام مشکل مراحل پر جو نئی پلٹن کو پیش آتے ہیں آپ نے اور آپ کے افسروں نے بہت جلد عبور حاصل کر لیا۔

کشمیر میں محاذ کا ایک اہم حصہ آپ کے سپرد کیا گیا۔ اور آپ نے ان تمام توقعات کو پورا کر دکھایا جو اس ضمن میں آپ سے کی گئی تھیں۔ دشمن نے ہوا سے اور زمین پر سے آپ پر شدید حملے کئے۔ لیکن آپ نے ثابت قدمی اور اولوالعزمی سے اس کا مقابلہ کیا اور ایک انچ زمین بھی اپنے قبضے سے نہ جانے دی۔

آپ کے انفرادی اور مجموعی اخلاق کا معیار بہت بلند تھا اور تنظیم کا جذبہ بھی انتہائی قابل تعریف۔

اب جبکہ آپ کا مشن مکمل ہو چکا ہے۔ اور آپ کی بٹالین تخفیف میں لائی جا رہی ہے میں اس قابل قدر خدمت کی بنا پر جو آپ نے اپنے وطن کی انجام دی ہے آپ میں سے ہر ایک کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔"

ارضِ ربوہ

ربوہ کی زمین جو سرکاری کاغذات میں ناقابل زراعت زمین لکھی ہوئی تھی جب جماعت احمدیہ نے اسے خریدنے کا ارادہ کیا۔ تو گورنمنٹ نے اپنے گزٹ میں مقررہ قیمت بتاتے ہوئے اعلان کیا کہ اگر کسی کو اس کے متعلق کوئی چارہ جوئی کرنی ہو یا اس سودے پر کوئی اعتراض ہو تو ایک ماہ کے اندر اندر پیش کرے لیکن کسی شخص نے اس زمین کو لائق خرید نہ سمجھا اور قیمت مقررہ کو اصل قیمت سے زائد سمجھتے ہوئے اس کی طرف رُخ نہ کیا۔ لیکن آج احرار کا کذب ملاحظہ ہو۔

"پنجاب کے گورنر سر فرانسس موڈی نے (۱)

(۲) علاقہ چنیوٹ کی کروڑوں روپے کی زمین مرزائیوں کو کوڑیوں میں عطا کر دی۔ اسی زمین سے ان مرزائیوں نے ستر کروڑ ۴۰ لاکھ روپیہ نفع کمایا۔"

دنیا میں بہت کذاب اور ماہرین افترا ہو گذرے ہیں۔ مگر احرار کی ٹولی کا اس فن میں شاید ہی کوئی مثیل گذرا ہو۔ ان کے ہمراز مولوی ظفر علی خان صاحب نے احرار کی ٹولی کے متعلق بالکل سچ کہا ہے

گالیاں دے، جھوٹ بول اور احرار کی ٹولی میں مل

نکتہ یہ نہ ہو سکے حل سیاسیات کا

احرار یہود نامسعود کے نقشِ قدم پر

پاکستان میں یہودی، عیسائی، ہندو تبلیغ کر سکتے ہیں مگر احمدی نہیں!

محمد علی جالندھری کی تقریر پر تبصرہ

محمد علی جالندھری صدر صوبہ مجلس احرار میں آپ نے جو ملتان کانفرنس میں تقریر کی تھی وہ کانفرنس نمبر کے صفحات ۱۱-۱۲-۱۳ و ۲۱-۲۲ پر شائع ہوئی ہے۔

لب و لہجہ میں نرمی

آپ نے ابتدائے تقریر میں کہا۔

"ہماری پوزیشن ایک مبلغ کی سی ہے۔ ہم اپنے لب و لہجہ میں محبت اور نرمی برتیں گے۔"

احرار یہود کے نقشِ قدم پر

آپ نے چند فقرات کے بعد احراری انداز میں کہا۔

"مسلمان کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ مرزائی کا جنازہ پڑھے۔ مرزائی مرتد ہے۔ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اس کا کفر سب کافروں سے زیادہ ہے۔"

بجا ارشاد فرمایا۔ یہودی بھی مسلمانوں کے متعلق یہی کہا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ويقولون للذين كفروا هؤلاء اهدى من الذين آمنوا سبيلا (النساء)

کہ اہل کتاب یہود کافروں کے متعلق کہتے ہیں کہ وہ ان لوگوں سے جو ایمان لے آئے زیادہ راہ راست پر ہیں۔

اب دیکھو یہود توحید کے قائل تھے۔ مسلمان بھی خدا کو وحدہٗ لاشریک مانتے تھے۔ یہود موسیٰ کو نبی مانتے تھے مسلمان بھی موسیٰ کی نبوت کے قائل تھے مگر کفار مکہ بت پرست تھے۔ خدا کے ساتھ شریک ٹھہراتے تھے۔ موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کے قائل نہ تھے لیکن باوجود اس کے ازراہ تعصب یہود کہتے تھے کہ کفار مسلمانوں سے اچھے ہیں۔ اسی طرح احرار احمدیوں کے متعلق جو اللہ تعالیٰ کو وحدہٗ لاشریک مانتے ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین یقین کرتے ہیں۔ نماز روزہ اور تمام احکام اسلامی کے پابند ہیں۔ ان کے مقابلہ میں عیسائیوں کو جو تثلیث کے قائل آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو نعوذ باللہ مفتری اور کاذب و دجال خیال کرنے والے اور ہندوؤں کو جو مشرک ہیں۔ اور خدا تعالیٰ کے انبیاء کے منکر ہیں ترجیح دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ احمدیوں سے یہ زیادہ اچھے ہیں۔ تشابہت قلوبہم

اس کے بعد جالندھری صاحب نے اس قسم کی وہمی باتیں کی ہیں کہ۔

"یہی کلمہ (لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ناقل) جب مرزائیوں کی زبان سے نکلتا ہے تو ان کی مراد مرزا غلام احمد سے ہوتی ہے۔ اور وہ مرزا غلام احمد کی نبوت کا اقرار کرتے ہیں۔"

اس کا جواب یہی ہے کہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین ہمارے نزدیک تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی نبی نے اس قسم کا کلمہ جاری نہیں کیا اور نہ کسی کا قیامت تک جاری ہوگا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کلمہ کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

"ہم اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ سچے دل سے اس کلمہ طیبہ پر ایمان رکھیں۔ کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور اسی پر مریں۔ اور تمام انبیاء اور تمام کتابوں پر جن کی سچائی قرآن شریف سے ثابت ہے ایمان لاویں اور اسی طرح خدا اور اس کے رسول کے مقرر کردہ تمام فرائض کو فرض سمجھ کر اور تمام منہیات کو منہیات سمجھ کر ٹھیک ٹھیک اسلام پر کاربند ہوں"

(ایام الصلح)

اسی طرح جالندھری صاحب نے ازراہِ افترا جماعت احمدیہ پر الزام لگایا ہے کہ عورتوں کا لالچ دے کر فیکٹریوں وغیرہ کا لالچ دے کر نوجوانوں سے احمدیت منوائی جاتی ہے۔ اَلَا اِنَّ لَعْنَةَ اللّٰهِ عَلَی الْکَاذِبِیْنَ الْمُفْتَرِیْنَ۔

پاکستان میں تبلیغ کی آزادی

متضاد بیان

پھر صدر صوبہ مجلس احرار (جن کی پاکستان دشمنی زبان زدِ خلائق ہے) نے اس انداز میں ایک اعلان کیا گویا پاکستان کے وہی بانی اور دستور ساز اسمبلی کے وہی کرتا دھرتا ہیں۔ تو بولے کیا گورنمنٹ کے افسروں اور تعلیم یافتہ طبقہ کے بعض افراد کی توجہ کے لئے جو کہتے ہیں کہ آخر مسلمانوں کی طرح مرزائیوں کو بھی تبلیغ کا حق حاصل ہے میں پوری ذمہ داری سے یہ اعلان کیا ہوں کہ:

"مسلمانوں کی سلطنت میں یہودی اور عیسائی اپنے خیالات کی تبلیغ کر سکتا ہے اور دوسرے کافروں کو بھی اجازت دی جا سکتی ہے۔ مگر یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ اسلامی سلطنت میں ایک مرتد کو بھی کفر و ارتداد کی تبلیغ کی اجازت دی جائے"

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان یہود کے متعلق جنہوں نے یہ کہا تھا کہ مشرکین کہ مومنوں سے زیادہ راہِ راست پر ہیں فرماتا ہے۔ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ وَمَنْ یَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِیْرًا۔ اَمْ لَهُمْ نَصِیْبٌ مِّنَ الْمُلْکِ فَاِذًا لَّا یُؤْتُوْنَ النَّاسَ نَقِیْرًا (النساء ع ۸)

یعنی یہ وہ لوگ ہیں جن پر خدا نے لعنت کی ہے اور جس پر خدا لعنت کرے اس کا تو کوئی مددگار نہیں پائے گا۔ یہ تو ایسے لوگ ہیں کہ اگر انہیں بادشاہت میں حصہ مل جائے تو وہ لوگوں (یعنی مومنوں) کو ایک دانہ اور حقیر سی چیز بھی دینے کے لئے تیار نہ ہوں گے۔

یہ حالت یہود کی جو ان آیات میں بیان کی گئی ہے وہ بلفظہٖ احرار پر منطبق ہوتی ہے۔

صدر صوبہ مجلس احرار کے اعلان مذکور کا اگر تجزیہ کیا جائے تو صاف ظاہر ہوگا کہ اس سے زیادہ غیر ذمہ دارانہ اور احمقانہ اعلان کوئی نہیں ہو سکتا۔ ایک طرف تو وہ یہودیوں، عیسائیوں، ہندوؤں، بدھوں، مجوسیوں اور دہریوں کو مسلمانوں میں اپنے خیالات کی تبلیغ کے لئے اجازت دیتے ہیں تا وہ مسلمانوں کو مرتد بنا سکیں۔ لیکن دوسری طرف یہ اعلان کرتے ہیں کہ

"اسلام میں قانونی طور پر مرتد واجب القتل کی سزا یہ ہے کہ حکومت اسلامی تین دن کے اندر اندر اسے قتل کرا دے"

اب بتائیے اس سے زیادہ احمقانہ اور متضاد اعلان کیا ہو سکتا ہے کہ ایک طرف تو غیر مسلموں کو تبلیغ کی اجازت دی جائے تا وہ مسلمانوں کو مرتد کر سکیں اور دوسری طرف کہا جائے جو مرتد عن الاسلام ہوگا اسے حکومت پاکستان تین دن کے اندر اندر قتل کر دے گی۔

تعلیم یافتہ طبقہ کا خیال

پھر جالندھری صاحب نے کہا:

"تعلیم یافتہ طبقہ اور ملازمین حضرات، مرزائیوں سے اظہار ہمدردی کرتے ہوئے فرمایا کرتے ہیں کہ جناب مرزائی بھی آخر اس ملک کے باشندے ہیں۔ یہاں جمہوری طرز حکومت ہے۔ آئینی طور پر انہیں بھی اس ملک میں تبلیغ کا اتنا ہی حق حاصل ہے۔ جتنا کہ دوسرے مسلمانوں کو؟"

احراری جہلاء کا جواب

اس معقول مطالبہ کا جواب صدر صوبہ احرار نے فلسفیانہ انداز میں یہ دیا:

"یہ کتنا بڑا مغالطہ ہے۔ ایک آدمی اپنی بیوی کے ساتھ باتیں کر رہا ہے تو آپ بھی اس کی عورت کے ساتھ بات چیت کرنا شروع کر دیں اور دلیل آخر یہ ہو کہ جب آپ کو اس سے باتیں کرنے کا حق حاصل ہے تو ہمیں بھی حق ہے کہ ہم باتیں کریں۔"

اسی طرح آپ نے ایک مثال سائیکل سوار کی اور ایک مثال موٹر کار کی دی ہے کہ ان کے مالکوں کو تو ان کے استعمال کا حق ہوتا ہے لیکن دوسروں کو نہیں۔

صدر صاحب کی مثال کا تجزیہ کیا جائے تو مہاراجہ رنجیت سنگھ کے دربار کے عہد کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ آپ یہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ پاکستان میں احمدیوں کو تبلیغ کرنے کا حق نہیں۔ کیوں نہیں؟ اس لئے کہ جیسے خاوند اپنی بیوی سے بات چیت کر سکتا ہے مگر دوسرے نہیں۔ اسی طرح احرار کو تو مسلمانان پاکستان کو تبلیغ کرنے کا حق ہے۔ گویا وہ ان کے لئے بیویوں یا مملوکہ کار یا سائیکل کی مانند ہیں لیکن احمدیوں کو نہیں۔ کیونکہ وہ ان کے لئے نامحرم عورتوں کی طرح ہیں۔

مگر صدر صاحب یہ بھول گئے کہ یہودیوں، عیسائیوں، ہندوؤں، سکھوں، دہریوں اور کمیونسٹوں کے متعلق وہ پاکستان میں تبلیغ کا حق تسلیم کر چکے ہیں۔ کیا ان سب اہل مذاہب کو احرار کی بیویوں سے بات چیت کرنے کی اجازت ہوگی؟ اگر نہیں تو صدر صاحب بتائیں کہ ان کی پیش کردہ مثال ان پر کیسے صادق آئے گی۔

نیز اس مثال سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ مسلمانوں کو بھی غیر مسلموں میں تبلیغ کرنے کا حق نہیں ہے۔ کیونکہ جیسے ایک مسلمان خاوند کی بیوی سے دوسرے مردوں کو بات چیت کرنے کا حق نہیں ویسے ہی غیر مسلم خاوند کی بیوی سے بھی مسلمانوں کو بات چیت کرنے کا حق نہیں ہے پس صدر صاحب کے جواب کی رو سے تو تمام دنیا میں اسلام کی تبلیغ کا مسلمانوں کو حق نہیں ہوگا۔

یہ ہے تجزیہ صدر صوبہ مجلس احرار کی مثال کا جو انہوں نے تعلیم یافتہ طبقہ کو یہ امر ذہن نشین کرنے کے لئے پیش کی ہے کہ احمدیوں کو پاکستان میں تبلیغ کا حق نہیں دیا جا سکتا۔

لَآ اِکْرَاهَ فِی الدِّیْنِ کی احراری تفسیر!

جالندھری صاحب نے اپنے مطلب کی وضاحت کرتے ہوئے کہا:

"یہاں ایک مغالطہ دیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرماتے ہیں لَآ اِکْرَاهَ فِی الدِّیْنِ یعنی دین کے بارے میں کسی کو مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ دین میں جبر و اکراہ نہیں ہے"

آپ مغالطہ کو دور کرنے کے لئے ایک مثال دیتے ہیں کہ:

"یوں سمجھئے اگر آپ کا مال زبردستی لوٹ لیا جائے تو یہ لوٹ مار حرام ہے یا حلال؟ یقیناً حرام ہے۔ لیکن اگر آپ اپنا مال پوری قوت سے بچائیں تو کیا یہ بھی حرام ہوگا؟ ہرگز نہیں!"

کیا کوئی احراری اس معمہ کو حل کر سکتا ہے کہ اس مثال کا مذہبی عقائد اور اکراہ فی الدین سے کیا واسطہ ہے۔ سوائے اس کے کہ کہا جائے کہ عام مسلمان بھیڑ بکریاں ہیں جن کی مالک مجلس احرار ہے اس لئے وہ انہیں بزور شمشیر مرتد نہیں ہونے دے گی۔ تا کہ مقبوضہ مال میں کمی نہ ہو جائے۔ دین کے معاملہ میں جبر کے جواز کے لئے یہ فلسفیانہ دلیل بیان کر کے کہتے ہیں:

"لَآ اِکْرَاهَ فِی الدِّیْنِ کا مطلب یہ ہے کہ کسی کافر کو مجبور نہیں کیا جا سکتا کہ وہ دین اسلام کو قبول کرے۔ لیکن اگر کوئی شخص کفر کو چھوڑ کر اسلام قبول کرے تو اب اسے دین اسلام پر سختی سے پابند کرنا ضروری ہے اگر وہ نہ مانے اور دین اسلام کو چھوڑ جائے تو وہ مرتد ہو گیا .... اور اس کی سزا یہ ہے کہ حکومت اسلامی تین دن کے اندر اندر اسے قتل کرا دے"

جالندھری صاحب نے مرتد کی جو یہ سزا بیان کی ہے کہ حکومت اسلامی تین دن کے اندر اسے قتل کرا دے قرآن مجید اور سنت و حدیث سے ہرگز ثابت نہیں ہے۔ اور آیت میں یہ کہیں نہیں لکھا کہ کافر کو اسلام لانے پر مجبور کرنا تو درست نہیں۔ لیکن اسلام لانے کے بعد اسے بزور و بجبر و اکراہ اسلام پر قائم رکھنا ضروری ہے۔ بلکہ اس آیت کے بدیہی اور واضح معنے یہی ہیں کہ دین کے بارہ میں جبر روا رکھنا مطلقاً ناجائز ہے۔ علامہ ابوحیان اندلسی نے اس آیت کی تفسیر میں اس قول کا ذکر کر کے کہ

"لَا یُکْرَهُ عَلَی الْاِسْلَامِ مَنْ خَرَجَ اِلٰی غَیْرِهٖ"

کہ جو شخص اسلام چھوڑ کر دوسرے مذہب کو اختیار کرے تو اسے اسلام پر مجبور نہیں کیا جائے گا لکھتے ہیں:

"ابو مسلم اور قفال کا یہ قول ہے کہ اس آیت کریمہ کے یہ معنے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایمان کا معاملہ جبر و اکراہ پر مبنی نہیں کیا۔ بلکہ اس کی بنیاد انسان کے اختیار اور قدرت پر رکھی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے توحید کے دلائل کو خوب کھول کر بیان فرما دیا تو اب کسی کے پاس کفر پر رہنے کے لئے کوئی عذر باقی نہ رہا۔ اب بھی اگر وہ اسلام قبول نہیں کرتا تو اس کا ایک ہی علاج ہو سکتا تھا کہ اس کو اسلام لانے پر مجبور کیا جائے۔ لیکن اس دنیا میں ایسا کرنا جائز نہیں۔ کیونکہ دنیا آزمائش کی جگہ ہے۔ اور زبردستی کرنے اور جبر سے اسلام منوانے میں آزمائش کا اصول باطل ہو جاتا ہے اور لَآ اِکْرَاهَ فِی الدِّیْنِ کے ان معنوں کی اللہ تعالیٰ کا یہ قول تائید کرتا ہے۔ قَدْ تَّبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ یعنی دلائل ظاہر ہو گئے اور بینات واضح ہو گئیں۔ اب ایک جبر کا ہی طریق باقی تھا اور یہ جائز نہیں کیونکہ یہ انسان کے مکلف ہونے کے اصول کے منافی ہے"

(ترجمہ از عربی عبارت)

اس تفسیر سے ظاہر ہے کہ دین کے معاملہ میں ارتداد یا غیر ارتداد کی حالت میں اکراہ جائز نہیں ہے۔

ایک سوال

لَآ اِکْرَاهَ فِی الدِّیْنِ کے یہ معنے کرنے والے کہ پہلی دفعہ جبراً اسلام میں داخل نہیں کرنا چاہئے۔ بلکہ اسے موقعہ دینا چاہئے کہ وہ سوچ سمجھ کر اسلام قبول کرے۔ ان کروڑوں مسلمانوں کے متعلق کیا کہیں گے جو صرف اس وجہ سے مسلمان ہیں کہ وہ مسلمانوں کے گھر پیدا ہوئے۔ کیا انہیں بھی یہ حق ہے یا نہیں کہ وہ سوچیں اور پھر اپنے متعلق فیصلہ کریں کہ انہیں اسلام پر قائم رہنا چاہئے یا نہیں؟ اور اگر ان کے

ارتداد اختیار کرلے تو کیا اسے مرتد قرار دے کر اسلام علیحدہ رکھنا آیت لا اکراہ فی الدین کے خلاف ہوگا یا نہیں؟ کیونکہ اس نے بوجہ پیدائشی مسلمان ہونے کے بعد تحقیق اسلام قبول نہ کیا تھا؟

صدر صوبہ مجلس الاحرار کی کذب بیانیاں

پھر یہ جالندھری جوش خطابت میں لعنۃ اللہ علی الکاذبین کی وعید سے نڈر ہو کر جماعت احمدیہ پر جھوٹے اتہامات لگاتے گئے۔ مثلاً اس نے کہا۔

۱۔ تم روز روشن میں قتل کرو۔ روز ڈیہر پلا کر ہلاک کرو۔ ہر روز دوشیزاؤں کی عصمت دری کرو اور اپنے عیب چھپانے کے لئے شور مچاؤ کہ ہمیں فلاں آدمی قتل کرانے کی دھمکی دے رہا ہے۔

۲۔ غلام محمد ڈاکو کو کس نے کہا کہ تو مرزائیت کو قبول کرے۔ یہ تمام مقدمات ختم کرا دیئے جائیں گے چنانچہ وہ مرزائی ہو گیا۔

(۳) سنٹرل گورنمنٹ میں عیسائیت کی تبلیغ کے لئے عیسائی مشن کو جو رقم دی جاتی تھی۔ وہ دراصل وہ مرزائیوں کو دی جاتی تھی۔

(۴) کیا آپ نے اعلان نہیں کیا تھا کہ جو شخص مرزا غلام احمد کی نبوت کا اقرار نہ کرے اس کی دوکان سے خرید و فروخت بند کی جائے تم اس کا بائیکاٹ کی دھمکی دے کر ان مظلوم مسلمانوں سے چندہ وصول کرتے رہے جس نے انکار کیا اس کی دوکان کی دیوار گرا دی

(۵) "زنانہ مرزائی کمیٹی" کی ایک استانی نے ایک لاکھ روپیہ اکٹھا کرکے اپنی پارٹی کو دیا ہے یہ چندہ کہاں سے اکٹھا ہوا۔ ایک شہر کی مرزائی استانی نے اپنی شاگردوں سے کہا کہ کل ایک ایک دو دو روپیہ چندہ بھیج آنا ہمیں اپنی پارٹی کی امداد کرنی ہے۔ اس طریقہ سے وہ روپیہ جمع کرکے اپنے مرکز کو مضبوط کر رہی ہیں"

ان سب مفتریات کا جواب یہی ہے کہ۔

لعنۃ اللہ علی الکاذبین

ما مسلمانیم از فضل خدا

جالندھری صاحب نے دردانگیز لہجہ میں کہا۔

"محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دین میں غلام احمد قادیانی کا دین؟ اور خدا کی حکومت میں مرزا کی حکومت؟ انا للہ وانا الیہ راجعون"

تمام دنیا جانتی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کوئی نیا دین نہیں لائے اور آپ نے ببانگ دہل فرمایا۔

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدام ختم المرسلیں

آپ اپنی کتاب تریاق القلوب ایڈیشن اول کے صفحہ ۵ پر فرماتے ہیں۔

"اے تمام انسانی روحو جو مشرق اور مغرب میں آباد ہو۔ میں پورے زور کے ساتھ آپ کو اس طرف دعوت کرتا ہوں کہ اب زمین پر سچا مذہب صرف اسلام ہے اور سچا خدا بھی وہی ہے جو قرآن نے بیان کیا۔ وہ ہمیشہ کی روحانی زندگی والا اور جلال اور تقدس کے تخت پر بیٹھنے والا حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم ہے۔ جس کی روحانی زندگی اور پاک جلال کا ہمیں یہ ثبوت ملا ہے کہ اس کی پیروی اور محبت سے ہم روح القدس اور خدا کے مکالمہ اور آسمانی نشانوں کے انعام پاتے ہیں"

قاعدہ یسرنا القرآن

قاعدہ یسرنا القرآن اور قرآن کریم بطرز قاعدہ یسرنا القرآن کا دفتر اب ربوہ میں قائم ہو چکا ہے۔ افسوس ہے کہ بعض بددیانت لوگ اس کی نقل چھپوا کر فروخت کر رہے ہیں۔ اور سیدھے سادھے لوگوں کو یہ کہکر دھوکہ دے رہے ہیں۔ کہ گویا وہ لوگ دفتر یسرنا القرآن کے ایجنٹ ہیں۔ ہم اعلان کرتے ہیں کہ یہ سب لوگ جھوٹے ہیں۔ ہماری طرف سے کوئی ایجنٹ مقرر ہوا۔ تو اس کا ہم اعلان کریں گے۔ سردست قاعدہ اور قرآن کریم دفتر یسرنا القرآن ربوہ سے مل سکتا ہے۔ اور وہیں درخواستیں آنی چاہئیں۔ ہدیہ ۱۔ چھوٹا قاعدہ ۴ بڑا قاعدہ مکمل۔ ۱ فی پارہ ۴ قرآن مجید مجلد سادہ سات روپے۔ قرآن کریم غیر مجلد ۵/۸/- روپے۔ زیادہ تعداد میں منگوانے والے دفتر میں لکھ کر ریٹ مقرر کروائیں

نوٹ:- مطبوعات قاعدہ یسرنا القرآن۔ انٹرنیشنل ٹریڈ کمپنی جودھامل روڈ لاہور سے بھی مل سکتی ہیں:-

مینیجر قاعدہ یسرنا القرآن ربوہ

مولانا غلام رسول مہر دواخانہ نور الدین رضؓ میں

مولانا غلام رسول مہر ایڈیٹر روزنامہ انقلاب دواخانہ نور الدین کی دوا اولاد نرینہ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں

میرے گھر میں پے در پے چار لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ برادرم حکیم عبد الوہاب صاحب عمر سے سرسری طور پر ذکر ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کے۔ الداجد حکیم نور الدین صاحب مرحوم کا ایک نسخہ ہے۔ وہ گھر میں استعمال کراؤ چنانچہ میں نے خدا کا نام لیکر وہ نسخہ گھر میں استعمال کرا دیا۔ خدا کی رحمت سے اس کے بعد یکے بعد دیگرے چار لڑکے پیدا ہوئے۔ اسی طرح میرے ایک عزیز میں ایک صاحب رہتے تھے۔ ان کے بھی لڑکیاں ہی تھیں۔ دو یا تین۔ میری بیوی نے ان کے گھر میں بھی وہی نسخہ استعمال کرایا۔ خدا کے فضل سے ان کے ہاں بھی دو لڑکے پیدا ہوئے۔ ...... میرا عقیدہ ہے کہ لڑکے یا لڑکی کا ہونا صرف خدا کی رحمت اور اس کے فضل پر موقوف ہے۔ لیکن اس سلسلے میں جائز تدابیر عام معالجات کی طرح گناہ نہیں ہیں۔ میرا ذاتی تجربہ ہے کہ اس ضمن میں حکیم صاحب مرحوم والا نسخہ بہت ہی موثر ہے۔ ...... فقط غلام رسول مہر ۳ فروری ۱۹۵۱ء

خوشخبری

ہمارے کارخانے کا تیار کردہ زمینداری سامان ہر ہتھیار وغیرہ استعمال کرکے خود فائدہ اٹھائیں اور ملک کی پیداوار کو بڑھائیں

مالک عنایت الرحمٰن احمدی!
زمیندارا انجینئرنگ اینڈ ٹریڈنگ کمپنی
ٹنڈو الہیار (سندھ)

تمام جہان کیلئے ایک ہی خدا۔ ایک ہی نبی اور ایک ہی مذہب

انگریزی میں کارڈ آنے پر

مفت

عبد اللہ الہ دین سکندرآباد دکن

درخواست ہائے دعا

بابو محمد شریف احمد صاحب کے چھوٹے بھائی عزیزم بشیر احمد صاحب امسال میٹرک کا امتحان دے رہے ہیں۔ احباب جماعت کی نمایاں کامیابی کے لئے دعا فرمائیں۔ اور نیز میرے بچے کی جسمانی صحت بہت کمزور ہے۔ اس کے لئے بھی دعا فرمائیں۔

(چوہدری محمد منیر کلرک دفتر الفضل)

(۲) میرے عزیز مولوی مبارک احمد اعجاز جامعۃ المبشرین ربوہ عرصہ سے بیمار ہیں۔ اور بہت کمزور ہو چکے ہیں۔ اسی طرح عزیز رشید احمد طالب علم جماعت ہشتم تعلیم الاسلام ہائی سکول چنیوٹ بعارضہ بخار بہت بیمار اور کافی کمزور ہو گیا ہے۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اور بزرگان سلسلہ کی خدمت میں درخواست ہے ہر دو کی صحت یابی کے لئے دعا فرمائی جائے۔

(۳) نیز میرے بچوں کے اور پوتوں کے امتحان میں کامیابی کے لئے بھی درخواست دعا ہے۔

دعاگو خاکسار حاجی محمد الدین درویش بھاٹی دروازہ قادیان

حمل رسول (ضعف اٹھرا) اسقاط حمل اور بچوں کا بچپن میں فوت ہو جانے کا تیر بہدف علاج۔ قیمت مکمل کورس دس روپیہ

اکسیر جنین اٹھرا کی گولیوں کے ساتھ اس کا استعمال بھی بہت ہی فائدہ دیتا ہے قیمت فی تولہ چار روپے

دواخانہ خدمت خلق ربوہ ضلع جھنگ

فنِ تحریف میں احرار یہود کے بھی استاد نکلے

پانچ سو روپیہ کا انعام

قاضی احسان احمد شجاع آبادی کی تقریر پر تبصرہ

★

قاضی احسان احمد شجاع آبادی نے ملتان کانفرنس میں جو تقریر کی وہ "آتش ۲زاد" کے کانفرنس نمبر کے صفحات ۲۳-۲۴ پر شائع ہوئی ہے۔ جالندھری صاحب نے مجلس احرار کی پوزیشن ایک مبلغ کیسی بتاتے ہوئے کہا تھا کہ:-

"ہم اپنے لب و لہجہ میں لینت اور نرمی برتیں گے" چنانچہ قاضی صاحب نے اپنی معروضات ان الفاظ سے شروع کیں:-

"اِس وقت مرزائیوں کا متعفن لٹریچر پیش کرنے کو دل نہیں چاہتا کہ شریفوں کی محفل میں ایسے بداخلاق انسانوں کا لٹریچر پڑھ کر سنایا جائے۔"

پھر اپنے لب و لہجہ میں مزید لینت اور نرمی اختیار کرتے ہوئے بانیٔ جماعتِ احمدیہ کے متعلق یہ کہا:-

"میں ان لوگوں سے پوچھتا ہوں جو مرزا غلام احمد کی نبوت و رسالت کا اقرار کرتے ہیں، آپ نے ایک بداخلاق، بدکردار، بدخصال، بدزبان، بدمعاملہ انسان کو محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے تخت پر کیوں بٹھایا ہے؟"

گورنر جنرل اور وزراء سے ملاقات

پھر قاضی صاحب نے فخریہ لہجہ میں کہا:-

"میں نے اپنے حالیہ دورہ میں پاکستان کے گورنر جنرل خواجہ ناظم الدین سے لے کر ایک ایک وزیر کے سامنے جب یہ لٹریچر پیش کیا۔ تو وہ انگشت بدنداں رہ گئے..... ایک کمشنر کے سامنے جب یہ مرزائیت کی لاش رکھی تو انہوں نے حیرت سے پوچھا، قاضی جی! کیا یہ لٹریچر جو مرزا غلام احمد نے اپنے ہاتھ سے تحریر کیا ہے، اسے کوئی شریف آدمی پڑھ سکتا ہے؟"

یہ ہے بیان قاضی صاحب کا، گورنر جنرل اور وزرائے پاکستان کے متعلق۔ کہ جب قاضی صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات ان کے سامنے رکھیں تو وہ انگشت بدنداں رہ گئے۔

پھر قاضی صاحب نے وہ تحریریں، اپنی تقریر میں بیان کیں:-

(۱)

قاضی صاحب نے کہا: مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ [illegible]

"قرآن مجید کی آیت محمد رسول اللہ والذین معہ میں محمد رسول اللہ سے مراد میں ہوں۔ یہ آیت محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے متعلق نہیں۔ بلکہ میرے متعلق ہے۔"

اور کہا:-

"جب مرزائی اس آیت کو پڑھتے ہیں تو ان کے ذہن محمد عربی کی طرف نہیں جاتے بلکہ قادیان کی طرف جاتے ہیں۔"

مذکورہ بالا عبارت میں قاضی صاحب نے اس درجہ تحریف سے کام لیا ہے کہ یہود کے بھی کان کتر دئے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہرگز یہ نہیں لکھا کہ قرآن مجید کی آیت محمد رسول اللہ والذین معہ" محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق نہیں، بلکہ میرے متعلق ہے "اگر قاضی صاحب یہ الفاظ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کلام سے دکھا دیں تو میں انہیں ایک سو روپیہ انعام دوں گا۔"

اسی طرح ان کا یہ قول کہ:-

"جب مرزائی اس آیت کو پڑھتے ہیں تو ان کے ذہن محمد عربی کی طرف نہیں جاتے" محض افتراء ہے اور دروغ بے فروغ ہے۔ اگر وہ صادق ہیں تو وہ خداتعالیٰ کی قسم کھا کر یہ شائع کریں کہ:-

"اے خدائے علیم و خبیر اگر میں اس قول میں جھوٹا ہوں تو مجھے لعنۃ اللہ علی الکاذبین کا مورد بنا" آمین لیکن وہ ہرگز ایسا کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں گے کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ وہ جھوٹے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی اس کی بنا پر لکھا ہے کہ:-

"وحی الٰہی میں میرا نام محمد بھی رکھا گیا اور رسول بھی۔"

اور لکھا ہے:-

"کہ مجھے یہ نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل پیروی اور آپ کے وجود میں فنا ہو جانے کی وجہ سے ملے ہیں۔"

لیکن قرآنی آیت کے متعلق آپ فرماتے ہیں:-

"تم سُن چکے ہو کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ [illegible] محمد صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]

اور یہ نام تو توریت میں لکھا ہے۔ جو ایک آتشی شریعت ہے۔ جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے:-

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ!

کیا اس تصریح کے بعد احراری قاضی شجاع آبادی کے کاذب ہونے میں کوئی شک باقی رہ جاتا ہے۔

(۲)

قاضی صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بدمعاملگی ثابت کرنے کے لئے کہا ہے کہ براہین احمدیہ کے متعلق لوگوں سے وعدہ کیا تھا کہ یہ پچاس جلدوں کی کتاب ہوگی۔ لیکن پانچ جلدوں میں لکھ کر ختم کر دی لوگوں کے پچاس جلدوں کے مطالبہ پر انہوں نے کہا:-

"اگرچہ میں نے پچاس جلدوں کا وعدہ کیا تھا، اور اب اس کی پانچ جلدیں پوری ہو گئی ہیں۔ پانچ اور پچاس میں صرف ایک نقطہ کا فرق ہے، اسلئے میں اپنے وعدوں میں پورا اُترا ہوں"

پھر ہمت کر کے قاضی صاحب لوگوں سے مخاطب ہو کر آپ نے کہا:-

"اگر کوئی شخص پانچ سو روپیہ کا کپڑا خریدے اور بل پیش کرنے پر صرف پانچ روپے عنایت کر دے تو کیا آپ ایسے سودے کے لئے تیار ہیں؟"

جہاں تک سودے کی قیمت کا سوال ہے یہ اعتراض درست ہے، لیکن حضرت مسیح موعودؑ نے کبھی یہ نہیں لکھا کہ چونکہ میں نے پچاس کی بجائے پانچ حصے لکھ دئے ہیں، للذا جنہوں نے پیشگی قیمت بھیجی تھی، ان کی قیمت پانچ حصوں میں پوری ہو گئی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اپنا ارادہ تو براہین احمدیہ کے پچاس حصے لکھنے کا ہی تھا مگر ابھی چار حصے ہی لکھنے پائے تھے کہ خداتعالیٰ نے آپ کو مامور فرما دیا اور حضور نے واضح الفاظ میں لکھ دیا کہ اب ہم نہیں کہہ سکتے کہ اس شرط کو پورا کر سکیں گے۔

چنانچہ براہین احمدیہ حصہ چہارم کے آخر میں:-

"ہم اور ہماری کتاب"

کے عنوان کے ماتحت حضور نے لکھ دیا:-

ابتدا میں جب یہ کتاب تالیف کی گئی تھی اس وقت اس کی کوئی اور صورت تھی۔ پھر بعد اس کے قدرت الٰہیہ کی ناگہانی تجلی نے اس احقر عباد کو موسٰے کی طرح، ایک ایسے عالم سے خبر دی جس سے پہلے خبر نہ تھی.....

سو اب اس کتاب کا متولی اور مہتمم ظاہراً و باطناً حضرت رب العالمین ہے

اور کچھ معلوم نہیں کہ کس اندازہ اور مقدار تک اسکو پہنچانے کا ارادہ ہے"؟

اس لئے آپ نے ایسے لوگوں کے متعلق جو قیمت واپس لینا چاہیں یہ اعلان فرمایا

"وہ براہِ مہربانی اپنے ارادہ سے مجھے مطلع فرمائیں۔ میں ان کا روپیہ واپس کرنے کے لئے یہ انتظام کروں گا کہ ایسے شہر میں یا اسکے قریب، اپنے دوستوں میں سے کسی کو مقرر کر دوں گا کہ تا چار حصے کتاب کے لے کر ان کے حوالے کرے، اور ایسے صاحبوں کی بدزبانی اور بدگوئی، اور دشنام دہی کو بھی محض للہ بخشتا ہوں، کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ کوئی میرے لئے قیامت کو پکڑا جائے۔

اور اگر ایسی صورت ہو کہ خریدار کتاب فوت ہو گیا ہو اور وارثوں کو کتاب بھی نہ ملی ہو تو چاہیئے کہ وارث چار معتبر مسلمانوں کی تصدیق خط میں لکھوا کر کہ اصلی وارث وہی ہے وہ خط میری طرف بھیج دے۔ تو بعد اطمینان وہ روپیہ بھیج دیا جائے گا"

(تبلیغ رسالت جلد ۷ صفحہ ۳۵ نیز دیکھو اربعین علا و کتاب ایام الصلح صفحہ ۱۴۳ وغیرہ)

اور جن لوگوں نے قیمت کا مطالبہ کیا انہیں قیمت واپس کر دی گئی۔

چنانچہ حضور فرماتے ہیں:-

"پس جن لوگوں نے قیمتیں دی تھیں اکثر نے گالیاں بھی دیں اور اپنی قیمت بھی واپس لی"

(دیباچہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۷)

اور آپ کے دشمن ڈاکٹر عبدالحکیم نے بھی الذکر الحکیم علا میں سوا سو آدمیوں کو قیمت واپس کیا جانا تسلیم کیا ہے

اور حضرت اقدس کا یہ لکھنا کہ:-

"پہلے پچاس حصے لکھنے کا ارادہ تھا مگر پچاس سے پانچ پر اکتفا کیا گیا اور چونکہ پچاس اور پانچ کے عدد میں صرف ایک نقطہ کا فرق ہے اس لئے پانچ حصوں سے وہ وعدہ پورا ہو گیا"

(دیباچہ براہین احمدیہ حصہ پنجم)

یہ ایک ذوقی بات تھی جو حضور نے لکھ دی اور وہ بھی خداتعالیٰ کے اس قول کے مدنظر لکھی جس کا ذکر بخاری کی حدیث کتاب الصلوٰۃ میں آیا ہے کہ:-

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پچاس نمازوں کی (جو خدا نے پہلے اُمتِ محمدیہ پر فرض کی تھیں) تخفیف کے بارے میں آخری دفعہ حضرت

سو اپنی اُمت سے مشورہ کر کے خدا کے پاس حاضر ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا :-

"ھی خمس وھی خمسون"

یہ پانچ نمازیں ہیں اور یہی پچاس بھی ہیں۔

پس جس طرح پانچ نمازیں، پچاس نمازیں ہو گئیں۔ اسی طرح حضرت اقدس کا ارادہ تو پچاس جلدوں میں تین سو دلائل بیان کرنے کا تھا۔ مگر چونکہ اس کتاب کی تالیف کا متولی ظاہرًا و باطنًا خدا ہی تھا اور اسی کی مشیّت نے اسکی تالیف میں تعویق ڈال دی۔ یہاں تک کہ وہ پیشگوئیاں جو پہلے حصوں میں درج کی جا چکی تھیں، پوری ہو گئیں اور وفات سے پہلے پہلے خدا نے حضرت اقدس کو پانچویں حصے کے لکھنے کی بھی توفیق عطا فرمائی۔ چونکہ پیشگوئیوں کے پورا ہونے سے سینکڑوں دلائل، قرآن اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر قائم ہو گئے۔ پس پانچ حصے گویا پچاس کے قائم مقام ہو گئے۔

(۳)

کتاب نور الحق کا محرف و مبدل حوالہ

پھر قاضی صاحب نے کہا :-

"میں نے اس تقریر کے دوران میں مرزا غلام احمد کو بدزبان کہا ہے۔ یہ اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا، بلکہ مرزا کی اپنی کتاب نور الحق صفحہ ۱۲ پر ملاحظہ فرمائیے :-

"جو شخص میری تحقیر کرتے ہیں، اُن پر میری طرف سے ایک ہزار مرتبہ لعنت ہے"۔

اگر قاضی شجاع آبادی یہ الفاظ کتاب "نور الحق" سے دکھا دیں تو انہیں ایک سو روپیہ فی الفور انعام دیا جائے گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عربی عبارت کا ترجمہ حسب ذیل ہے :-

فرماتے ہیں :- اس دعوت میں ہمارا اوّل مخاطب پادری عماد الدین ہے کیونکہ وہ قرآن شریف کی فصاحت اور بلاغت سے انکاری ہے۔ اور اپنی ہر ایک کتاب میں کہتا ہے : میں ایک عالم بزرگ ہوں اور قرآن فصیح نہیں، بلکہ صحیح بھی نہیں۔

پھر اسکے بعد دوسرے پادریوں کا ذکر کر کے جو اپنے آپ کو مولوی کہتے تھے، جن کے نام حضور نے حاشیہ میں دئے ہیں فرماتے ہیں :-

"ہم ان سب کو مقابلہ کے لئے بلاتے ہیں، اگر وہ ایسی کتاب بنا دیں تو ہماری طرف سے ان کو پانچ ہزار روپیہ انعام ہے۔ ان کو اور بالمقابل تالیف کرنے والوں کے لئے، ہماری طرف سے تین مہینے مہلت ہے۔ اور اگر مقابل پر نہ آویں اور ہرگز نہ آویں گے، پس یقینًا جان لو کہ وہ جھوٹے ہیں"۔

پھر فرماتے ہیں :-

"اگر وہ ایسا رسالہ بنانے سے انکار کریں اور مقابلہ پر نہ آئیں، اور نہ توہین قرآن شریف کی عادت کو چھوڑیں۔ اور نہ کتاب اللہ فرقان کی جرح و قدح سے باز آئیں اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دشنام دہی سے رکیں۔ اور نہ اس بیہودہ گوئی سے رکیں کہ قرآن فصیح نہیں ہے اور نہ توہین اور تحقیر کے طریق کو چھوڑیں، پس ان پر خدا تعالیٰ کی طرف سے ہزار لعنت ہے۔ پس چاہیئے کہ تمام قوم کہے : آمین"۔

(نور الحق حصہ اوّل صفحہ ۱۲۱)

پس نہ معلوم، احراری قاضی کو جھوٹ بول کر مطابق آیت لعنۃ اللہ علی الکاذبین دشمنانِ اسلام پادریوں کے ساتھ لعنت میں شریک ہونے کی کیا سوجھی ؟

چوتھا غلط حوالہ

پھر قاضی صاحب نے جوش خطابت میں کہا

"مرزا غلام احمد قادیانی اپنی کتاب میں تحریر فرماتا ہے :-

"جو شخص میری صداقت کا قائل نہیں ہے تو اُسے صاف سمجھ لینا چاہیئے کہ وہ ولد الحرام ہے"۔

(انوار الاسلام صفحہ ۱۱۳۳)

یہ الفاظ جو قاضی صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف منسوب کئے ہیں، انوار الاسلام میں نہیں پائے جاتے۔ اگر وہ یہ الفاظ انوار الاسلام سے دکھا دیں تو انہیں فی الفور ایک سو روپیہ انعام دیا جائے گا۔

انوار الاسلام میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پادری عبد اللہ آتھم کی پیشگوئی پر مولوی عبد الحق غزنوی، سعد اللہ لدھیانوی، مولوی ثناء اللہ امرتسری کی نکتہ چینیوں کا جواب دیا ہے، اور لکھا ہے کہ وہ میعاد کے اندر اس لئے نہیں مرا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے الہامًا بتایا ہے کہ اس نے پیشگوئی کی شرط :-

"بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے" سے فائدہ اٹھایا ہے۔

"اور اگر یہ دعوے کرو کہ عبد اللہ آتھم نے ایک ذرہ حق کی طرف رجوع نہیں کیا اور نہ ڈرا، تو اس وہم کی بیخ کنی کے لئے یہ سیدھا اور صاف معیار ہے کہ ہم عبد اللہ آتھم کو دو ہزار روپیہ نقد دیتے ہیں، وہ تین مرتبہ قسم کھا کر یہ اقرار کرے کہ میں نے ایک ذرہ بھی اسلام کی طرف رجوع نہیں کیا اور نہ اس پیشگوئی کی عظمت میرے دل میں سمائی بلکہ برابر سخت دل اور دشمنِ اسلام رہا اور مسیح کو برابر خدا ہی کہتا رہا۔ پھر اگر ہم اسی وقت بلا توقف دو ہزار روپیہ نہ دیں تو ہم پر لعنت، اور ہم جھوٹے اور ہمارا الہام جھوٹا ـــــ اور اگر عبد اللہ آتھم قسم کھائے یا قسم کی سزا میعاد کے اندر نہ دیکھے تو ہم سچے اور ہمارا الہام سچا۔ پھر بھی اگر کوئی حکم سے ہماری تکذیب کرے، اور اس معیار کی طرف متوجہ نہ ہو اور ناحق سچائی پر پردہ ڈالنا چاہے تو وہ بے شک ولد الحلال اور نیک ذات نہیں ہو گا۔ کہ خواہ مخواہ حق سے روگردان ہوتا ہے اور اپنی شیطنت سے کوشش کرتا ہے کہ سچے جھوٹے ہو جائیں"۔

(انوار الاسلام صفحہ ۲۹)

اور صفحہ ۳۰ پر فرماتے ہیں :-

"اب جو شخص اس صاف فیصلہ کے برخلاف شرارت اور عناد کی راہ سے بکواس کرے گا اور اپنی شرارت سے بار بار کہے گا کہ عیسائیوں کی فتح ہوئی اور کچھ شرم و حیا کو کام میں نہیں لائے گا، اور بغیر اسکے جو ہمارے اس فیصلہ کا انصاف کی رُو سے جواب دے سکے، انکار اور زبان درازی سے باز نہیں آئے گا، اور ہماری فتح کا قائل نہیں ہو گا۔ تو صاف سمجھا جائے گا کہ اسکو ولد الحرام بننے کا شوق ہے اور حلال زادہ نہیں۔ پس حلال زادہ بننے کے لئے واجب یہ تھا کہ اگر وہ مجھے جھوٹا جانتا ہے اور عیسائیوں کو غالب اور فتح یاب قرار دیتا ہے تو میری اس حجت کو واقعی طور پر رفع کرے۔ جو میں نے پیش کی ہے۔ پس اس پر کھانا پینا حرام ہے۔ اگر وہ اس اشتہار کو پڑھے اور مسٹر عبد اللہ آتھم کے پاس نہ جائے، اور اگر خدا تعالیٰ کے خوف سے نہیں تو اس گندے لقب کے خوف سے بہت زور لگا دے، تاکہ وہ کلماتِ مکفیہ کا اقرار کرے اور تین ہزار روپیہ لے لے"۔

اسی طرح صفحہ ۳۲ میں یہ ذکر کر کے کہ آتھم کے قسم کی طرف رُخ نہ کرنے اور انعام نہ لینے سے صاف ثابت ہے کہ خوف کے دنوں میں در پردہ اسلام کی طرف رجوع کیا تھا۔

فرماتے ہیں :-

"اس سے تمام تر صفائی کی ثابت ہے کہ ہماری فتح ہوئی اور دین اسلام غالب رہا۔ پھر بھی اگر کوئی عیسائیوں کی فتح کے گیت گاتا رہا تو اسے اللہ تعالیٰ کی قسم ہے کہ آتھم کو قسم کھانے پر مستعد کرے۔ اور ہم سے تین ہزار روپیہ دلا دے۔ اور میعاد گذرنے کے بعد ہم کو بے شک لعنتی اور منہ کالا اور دجال کہے۔ اگر ہم نے اس میں افترا کیا ہے تو بے شک ہمارے آگے آ جائے گا۔ اور ہماری ذلت ظاہر ہو گی۔ لیکن اے میاں عبد الحق۔ اگر اس تقریر کو سُن کر چُپ ہو جاؤ، تو بتلاؤ کہ سچی لعنت کس پر پڑی۔ اور واقعی طور پر منہ کس کا کالا ہوا۔ اور یہ بھی یاد رکھو کہ ہمیں ان کے لئے جو عیسائیوں کو غالب قرار دیتے ہیں اور اس پیشگوئی کو جھوٹی سمجھتے ہیں، دل کی آہ سے کہنا پڑتا ہے کہ اگر وہ ولد الحرام نہیں ہیں اور حلال زادہ ہیں تو اس مضمون کو پڑھتے ہی اس فیصلے کیلئے اُٹھ کھڑے ہوں۔ پس اگر ان کے کہنے سے آتھم نے قسم کھائی اور میعاد مقررہ تک بچ گیا تو بے شک ہمارا ہی منہ کالا ہوا اور ہم ہی لعنتی ٹھہرے، اور سارے الہام ہمارے جھوٹے ہوئے۔ لیکن اگر اس نے قسم کھانے سے گریز کی تو بتلاؤ آپ کا منہ پورے طور پر کالا ہو گا یا نہیں ؟ ...... اب ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے مخالفوں میں سے کون بلا توقف اس فیصلہ کے لئے سعی کرتا ہے اور کون ولد الحرام بننے پر راضی ہوتا ہے ؟"۔

انوار الاسلام کی ان تحاریر میں قاضی شجاع آبادی کے بیان کردہ الفاظ کہیں نہیں پائے جاتے اور ان میں ولد الحرام کا لفظ شرطیہ طور پر استعمال کیا گیا ہے ؟

(۵)

خنزیر اور کُتے

پھر قاضی صاحب نے کہا :-

"مرزا اسی پر بس نہیں، مسلمانانِ عالم کو خنزیر اور کُتوں کا خطاب دیا اور مسلمان عورتوں کو یہ کہا کہ وہ سب کُتیاں ہیں"۔

قاضی صاحب اگر سچے ہیں تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب سے یہ الفاظ دکھا دیں کہ :-

"مسلمانانِ عالم خنزیر اور کُتے ہیں اور سب مسلمان عورتیں کُتیاں ہیں"۔

ورنہ اخبار آزاد میں اعلان کر دیں کہ میں نے ازراہِ افترا یہ عبارت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف منسوب کی تھی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتاب نجم الہدیٰ میں ایک عربی شعر میں اپنے ان دشمنوں کے متعلق یہ الفاظ استعمال کئے ہیں جو گندی گالیاں دیتے تھے (ان گالیوں کا نمونہ دیکھنا ہو تو دیکھو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصنیف "کتاب البریہ") چنانچہ اگلے شعر میں ان دشمنوں کی یہ حالت بیان کی ہے

سبوا وما ادری لای جریمۃ
سبوا انعصی الحبیب ام نتجنب

ان دشمنوں نے مجھ کو گالیاں دی ہیں، اور نہ معلوم کس جرم کی پاداش میں انہوں نے مجھ سے ایسا سلوک کیا۔ کیا ہم اپنے محبوب کے نافرمان ہیں ؟ یا اس سے کنارہ کشی اختیار کرتے ہیں ؟

آپ شرافتِ ذاتی رکھنے والے اور نیک چلن پادری اور دوسرے عیسائی اور شریف مسلمانوں کے متعلق اپنی کتاب ایام الصلح کے ٹائیٹل پیج صفحہ ۲ میں فرماتے ہیں :-

"سو ہماری اس کتاب اور دوسری کتابوں میں کوئی لفظ یا کوئی اشارہ ایسے معزز لوگوں کی طرف نہیں ہے جو بدزبانی اور کمینگی کے طریق اختیار نہیں کرتے"۔

اور لجۃ النور صفحہ ۲ میں فرماتے ہیں جس کا ترجمہ یہ ہے :-

"ہم صالح علماء اور مہذب شرفاء کی ہتک سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں۔ خواہ مسلمانوں میں سے ہوں یا عیسائیوں میں سے، یا آریوں میں سے۔ ہمارے نزدیک سب قابلِ عزت ہیں، بلکہ ہمیں تو ان کے بیوقوفوں سے بھی واسطہ نہیں، ہمارے مخاطب تو صرف وہ لوگ ہیں جو اپنی بدزبانی اور گندہ دہانی کی وجہ سے مشہور ہو چکے ہیں، ورنہ جو لوگ نیک ہیں اور بدزبان نہیں، ہم ان کا ذکر ہمیشہ بھلائی کے ساتھ کرتے ہیں، اور ان کی عزت کرتے ہیں، بلکہ بھائیوں کی طرح ان سے محبت کرتے ہیں"۔

اور ایسے ہی بدزبان علماء کے متعلق آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم نے بھی یہ پیش گوئی فرمایا کہ :-

تکون فی امتی فزعۃ فیصیر الناس الی علماءھم فاذا ھم قردۃ وخنازیر

یعنی میری امت میں ایک گھبراہٹ پیدا ہوگی، یعنی اسلام پر تمام اطراف سے حملے ہوں گے، اور قسم قسم کے اعتراضات کئے جائیں گے جن سے مسلمان گھبرا جائیں گے اور انہیں کچھ سمجھ نہیں آئے گا کہ وہ کیا جواب دیں؟ تب وہ اپنے علماء کے پاس جائیں گے تو وہ علماء کو بندر اور سؤر پائیں گے۔"

پس یہ الفاظ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مسلمانانِ عالم کے لئے نہیں بلکہ اس شخص جیسے بدزبانوں اور اسلام کو بدنام کرنے والوں کے حق میں استعمال کئے ہیں، جس نے غلط اور من گھڑت عبارتیں پیش کرکے حضور کے متعلق بداخلاق، بدکردار، بدافعال، بدمعاملہ، عیار، دھوکہ باز وغیرہ الفاظ اپنی تقریر میں استعمال کئے ہیں۔

(۶) ایک اور افترا

پھر توہینِ رسالت کے عنوان کے ماتحت قاضی صاحب نے کہا :-

"مرزا صاحب خطبہ الہامیہ میں لکھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو پہلی رات کا چاند تھے اور میں چودھویں رات کا چاند ہوں"۔

قاضی صاحب اگر سچے ہیں تو خطبہ الہامیہ سے یہ الفاظ پیش کریں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام خطبہ الہامیہ میں فرماتے ہیں :- وکان الاسلام بدء کالھلال وکان قدر انہ سیکون بدرا فی آخر الزمان والمآل۔

یعنی اسلام ہلال کی طرح شروع ہوا اور مقدر تھا کہ انجام کار آخر زمانہ میں بدر ہو جائے"

(خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۸۴)

اور فرماتے ہیں :-

والنسبۃ بینی و بینہ کنسبۃ من علّم و تعلّم

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور میرے درمیان استاد اور شاگرد کی نسبت ہے، یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میرے استاد ہیں اور میں ان کا شاگرد ہوں۔"

(خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۵۱)

اور اسی کتاب کے صفحہ ۳۵ میں فرماتے ہیں۔

"میں ختم ولایت کے مقام پر ہوں جیسے کہ میرے سردار محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم ختم نبوت کے مرتبہ پر ہیں، وہ خاتم الانبیاء ہیں اور میں خاتم الاولیاء ہوں"۔

قارئین کرام غور فرمائیں کہ کیا ان عبارتوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت ثابت ہوتی ہے یا کہ توہین نکلتی ہے۔

(۷) انت منی وانا منک

توہینِ الوہیت ثابت کرنے کے لئے قاضی صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا الہام انت منی وانا منک ذکر کرکے کہا :-

"صاف لفظوں میں یوں سمجھئے کہ اللہ تعالیٰ مرزا صاحب سے فرماتے ہیں کہ اے مرزا تو میری اولاد ہے اور میں تیرا ہوں ---- ولا حول ولا قوۃ"

الہام کا یہ ترجمہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کسی کتاب میں نہیں لکھا، یہ قاضی صاحب کی اپنی ایجاد ہے جو ان کے عربی زبان سے نابلد اور ناواقف محض ہونے کی دلیل ہے۔

پھر آپ نے تحریر انداز میں کہا :

کہ ایک مرزائی نے اعتراض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کیلئے انت منی وانا منک فرمایا تھا۔ حالانکہ ان کے والدین جدا جدا تھے۔ اسکے جواب میں قاضی صاحب کہتے ہیں میں نے جواب دیا کہ دونوں کے دادا عبد المطلب ہی تھے گویا دونوں ایک ہی دادا کے پوتے ہوئے، اب اس میں کیا اشکال باقی رہ جاتا ہے، دونوں ایک ہی خون کے رشتے ہوئے۔"

احراری علماء جب کبھی علمی بات میں دخل دیتے ہیں تو کمثل الحمار یحمل اسفارا کے پورے مصداق ثابت ہوتے ہیں۔

سوال بالکل واضح تھا کہ اگر انت منی وانا منک کے یہی معنی ہیں کہ تو میری اولاد اور میں تیرا تو حضرت علیؓ کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے بھی یہی معنے ہونے چاہئیں کہ اے علی! تو میرا بیٹا ہے اور میں تیرا۔ دادے کا بیان یا تعلق اور خونی رشتہ کے ذکر کا کیا محل؟

اب میں قاضی صاحب سے ایک اور سوال پوچھتا ہوں ہمت ہو تو جواب دیں :-

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشعری قبیلہ کے متعلق فرمایا : ھم منی وانا منھم (بخاری جلد ۲ - صفحہ) کہ اشعری قبیلہ کے لوگ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں"

قاضی صاحب بتائیں، یہاں تو دادے والا خونی رشتہ بھی نہیں رہا۔ مگر مجھے ڈر ہے کہ کہیں قاضی صاحب جولانیٔ طبع میں یہ نہ کہدیں کہ اشعری قبیلہ کے افراد اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا حضرت آدم علیہ السلام تو ہیں۔ اس وجہ سے خونی رشتہ ثابت ہو گیا۔

یہی الفاظ قرآن مجید میں حضرت طالوت علیہ السلام نے بھی کہے ہیں من شرب منہ فلیس منی ومن لم یطعمہ فانہ منی ---- مگر قاضی صاحب یہاں بھی اولاد کے معنی نہیں لیں گے۔

ایک نہایت صاف اور واضح مثال سنئے۔ حدیث قدسی میں ہے :-

یقول اللہ عزوجل السخی منی وانا منہ

(فردوس الاخبار صفحہ ۱۱ باب الالف)

یعنی خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ سخی آدمی مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں"

بالکل الہام کے الفاظ ہیں جو خدا تعالیٰ نے کہے ہیں کیا قاضی صاحب اسکے متعلق یہی کہیں گے کہ :-

"صاف لفظوں میں یوں سمجھئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول سے فرماتے ہیں کہ اے رسول سخی مرد میری اولاد ہے اور میں اس کا"۔

امید ہے کہ اس حیثیت سے قاضی صاحب کی عقل ٹھکانے آجائے گی اور انہیں خود ہی الہام انت منی وانا منک کے صحیح معنوں کا علم ہو جائے گا۔ اور آئندہ اسکے متعلق لب کشائی کی جرأت نہیں کریں گے

(۸) ایک اور افترا

قاضی صاحب نے توہینِ الوہیت ثابت کرنے کے لئے دوسرا حوالہ یہ پیش کیا :-

"مرزا صاحب اپنے متعلق یہ تحریر کرتے ہیں :-

میں نے ایک دفعہ خواب میں دیکھا کہ میں خود خدا ہوں۔ پھر میں نے یقین کرلیا کہ واقعی میں خدا ہوں۔ پھر میں نے زمین و آسمان پیدا کئے۔ اندازہ فرمائیے یہ کیسی انسان نے جرأت کی ہے؟

قاضی شجاع آبادی کو کیسے سمجھایا جائے کہ خواب میں کسی شخص کا اپنے آپ کو خدا دیکھنے سے مراد نہیں ہوتی کہ وہ فی الواقع خدا کے ساتھ شریک ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ الم تر ان اللہ یسجد لہ من فی السموٰت ومن فی الارض والشمس والقمر والنجوم

(الحج ع ۲)

یعنی سورج، چاند، ستارے، خدا کے آگے سجدہ کرتے ہیں۔

مگر حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا :-

انی رأیت احد عشر کوکبا والشمس والقمر رأیتھم لی ساجدین۔

(یوسف ع ۱)

یعنی میں نے گیارہ ستاروں اور سورج اور چاند کو دیکھا کہ وہ میرے لئے سجدہ کر رہے ہیں۔

کیا اس سے یہ سمجھا جائے گا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے آپ کو خدا کا شریک بنا لیا تھا، اس وجہ سے کہ انہوں نے خواب میں ایسی چیز دیکھی، جو مستلزم شرک ہے۔

پھر علامہ عبدالغنی نابلسی نے اپنی کتاب تعطیر الانام میں لکھا ہے :-

من رأی فی المنام کانہ صار الحق سبحانہ وتعالیٰ اھتدیٰ الی صراط المستقیم

یعنی جو شخص خواب میں دیکھے کہ وہ خود خدا بن گیا ہے تو اسکی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ سیدھے راستے پر قائم ہے۔ پس فنِ تعبیر کے ایک مشہور امام کی آج سے چھ سو سال پہلے کی یہ تحریر احراری علماء کی جہالت و غباوت کو عریاں کر رہی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ خواب ذکر کرکے فرمایا ہے کہ میں اس خواب کے وحدت وجودیوں اور اہلِ حلول کی طرح یہ معنی نہیں لیتا کہ میں خود خدا ہوں، یا مجھ میں خدا نے حلول کیا ہے۔ بلکہ میری خواب کا وہی مطلب ہے، جو بخاری شریف کی قربِ نوافل والی حدیث کا مطلب ہے۔

اور آسمان و زمین کی پیدائش کی آپ نے یہ تعبیر فرمائی کہ اس میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ آسمانی اور زمینی تائیدات میرے شامل حال ہوں گی

(آئینہ کمالات اسلام)

اور چشمۂ مسیحی صفحہ ۳۵ حاشیہ میں آپ نے اس کشف کا ذکر کرکے فرمایا :-

"اس کشف پر نادان مولویوں نے شور مچایا کہ دیکھو اب اس شخص نے خدائی کا دعوےٰ کیا ہے۔ حالانکہ اس کشف سے مطلب یہ تھا کہ خدا میرے ہاتھ پر ایک ایسی تبدیلی پیدا کرے گا کہ گویا آسمان اور زمین نئے ہو جائیں گے اور حقیقی انسان پیدا ہوں گے"۔

اور فرماتے ہیں :-

"ہر ایک روحانی مصلح کے وقت میں روحانی طور پر نیا آسمان اور نئی زمین بنائی جاتی ہے"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۹۵)

اگر اب بھی احراری قاضی اس نکتہ کو نہ سمجھ سکیں تو ڈاکٹر اقبال مرحوم کی زبان سے سن لیں ؎

زندہ دل سے نہیں پوشیدہ ضمیرِ تقدیر
خواب میں دیکھتا ہے عالمِ نو کی تصویر
اور جب بانگِ اذاں کرتی ہے بیدار اسے
کرتا ہے خواب میں دیکھی ہوئی دنیا تعمیر

(ضربِ کلیم)

جماعت احمدیہ کا تبلیغی جہاد!

مصر سے شائع ہونے والا شدید معاندِ احمدیت اخبار الفتح لکھتا ہے :-

"میں نے بچشم خود دیکھا۔ قادیانیوں کی تحریک حیرت انگیز پائی۔ جو شخص بھی ان لوگوں کے حیرت انگیز کارناموں کو دیکھے گا، وہ حیران و ششدر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ کس طرح اس چھوٹی سی جماعت نے وہ تبلیغی جہاد کیا ہے جسے کروڑوں مسلمان نہیں کر سکے۔ صرف وہی ہیں جو اس راہ میں اپنے اموال اور جانیں خرچ کر رہے ہیں مگر دوسرے مدعیانِ اصلاح اس جہاد کے لئے ہلائیں بھی نہیں یہاں تک کہ ان کی آواز زیر ہو جائیں۔ اور لکھتے لکھتے ان کے قلم شکستہ ہو جائیں، تب بھی تمام عالمِ اسلام میں اس کام کا دسواں حصہ بھی انکشافاً نہ کر سکیں گے جتنا یہ چھوٹی سی جماعت مال و افراد کے لحاظ سے خرچ کر دیتی ہے"

(الفتح قاہرہ ۲۰ جمادی الثانی سنہ ۱۳۶۰ھ)

مجلس خدام الاحمدیہ ---- لاہور

جماعت احمدیہ

"اسلامی سیرت کا ٹھیٹھ نمونہ ہے۔" (علامہ سر محمد اقبال)

علامہ ڈاکٹر سر محمد اقبال تحریر فرماتے ہیں

"پنجاب میں اسلامی سیرت کا ٹھیٹھ نمونہ اس جماعت کی شکل میں ظاہر ہوا ہے۔ جسے فرقہ قادیانی کہتے ہیں"۔

(ملتِ بیضا پر ایک عمرانی نظر)

210

حق و صداقت کے اظہار کیلئے شریفانہ طرزِ تخاطب اور دلائل کی ضرورت ہوتی ہے گالیوں کی نہیں

گالیاں وہی دیتا ہے جس کے پاس دلائل کی کمی ہو ۔۔۔!

احرار ازروئے قرآن مجید جھوٹے اور فاسق ہیں

—— اور ——

ان کی شہادت قابلِ قبول نہیں ہے

لال حسین اختر کی تقریر پر تبصرہ

لال حسین اختر نے اپنی تقریر میں جو اُس نے ملتان کانفرنس میں کی، اس امر پر فخر کیا ہے کہ ناظر صاحب دعوت و تبلیغ نے اپنے اس اعلان میں اس کا خاص طور پر ذکر کیا ہے جس میں احمدی مبلغین کو احرار کی مجالس سے کنارہ کشی کی ہدایت کی ہے۔

لیکن اس نے وہ وجہ نہیں بتائی جس وجہ سے ناظر صاحب دعوۃ و تبلیغ نے مبلغین کو یہ نصیحت کی ہے۔ ناظر صاحب دعوت و تبلیغ نے یہ نصیحت اس بنا پر کی ہے کہ:۔

لال حسین اختر اور اس قماش کے ۔۔۔ احراری ملاؤں کا مقصد، دینی مسائل کی تحقیق ہرگز نہیں علماء جو ہیں وہ خاموش ہیں، اب اس قسم کے فحاش اور مسخروں کی مدد سے میدان جیتنے کی بازی لگائی گئی ہے۔ ان کا مقصد قطعاً ان مسائل کی تحقیق نہیں جن کے بارہ میں ہمارا اور علما کا اختلاف ہے۔ اور نہ اس احراری ٹولے کا مذہب سے کوئی سروکار ہے کیونکہ جہاں مسائل کی تحقیق مقصود ہوتی ہے وہاں گندی گالیاں نہیں دی جاتیں، اور نہ اس جگہ فحش گوئی کو موضوعِ مناظرہ بنایا جاتا ہے۔"

پس لال حسین اختر کا اسلئے خاص طور پر ذکر کیا گیا ہے کہ وہ علوم دینیہ سے بے بہرہ ہونے کے علاوہ پرلے درجے کا بدزبان اور گندہ دہن ہے اور غیر احمدی شرفا بھی اسکے متعلق یہی رائے رکھتے ہیں۔ بطور مثال ڈیرہ اسمٰعیل خاں کے ایک اخبار "مجاہد" کی رائے لال حسین اختر کی تقریر کے متعلق ذیل میں درج کی جاتی ہے جو اس نے ڈیرہ میں کی تھی:۔

اخبار مذکور لکھتا ہے:۔

"ختم نبوت کے مسئلہ پر عام پیشہ ور واعظین کا بیان نہایت بازاری اور سوقیانہ ہوتا ہے۔ پچھلے دنوں مولانا لال دین ۔۔۔ مراد لال حسین اختر ڈیرہ تشریف لائے تھے انہوں نے مرزا غلام احمد صاحب کے متعلق جو کچھ کہا وہ صرف بازاری ہی نہیں، بلکہ غیر اسلامی بھی تھا۔ کیونکہ انہوں نے اپنی صداقت کا اظہار فریق ثانی کو فحش ترین گالیاں دے کر کیا۔ مرزا غلام احمد صاحب کو آپ مجدد و نبی تسلیم نہ کریں۔ لیکن انہیں فحش ترین گالیاں دینے کا حق آپ کو کس شریعت کی رُو سے حاصل ہوا؟

صرف یہی نہیں کہ اسلامی متانت و سنجیدگی بجا بازاری طرزِ گفتگو کی متحمل نہیں بلکہ خدائے اسلام نے واضح اور کھلے ہوئے الفاظ میں مسلمانوں کو کسی کے معبود کے خداؤں کو بھی بُرا بھلا کہنے سے پرہیز کی تلقین کی ہے، چہ جائیکہ آپ ایک ایسے انسان کو فحش ترین گالیاں دیں، جسکی غلامی کا حلقہ، ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں کی گردن میں ہے۔ حق و صداقت کے اظہار کے لئے شریفانہ طرزِ تخاطب اور دلائل کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔ گالیوں کی نہیں گالیاں وہی دیتا ہے، جسکے پاس دلائل کی کمی ہو۔"

(اخبار "مجاہد" مئی ۱۹۴۹ء صٓ)

یہ ایک غیر احمدی کی شہادت ہے جس نے احراری واعظوں کی تقریریں سنیں اور ان کے متعلق یہ شہادت دی۔ یہی وجہ ہے کہ لال حسین اختر کو ہم قابلِ التفات نہیں سمجھتے۔ مگر یہ بتانے کے لئے کہ "مجاہد" نے جس رائے کا اظہار کیا ہے وہ درست ہے، اسکی تقریر میں سے ایک دو باتوں کا ذکر کر دینا مناسب سمجھتا ہوں۔

بہتانِ عظیم

لال حسین اختر نے اپنی تقریر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق کہا:۔ "جو شخص زنا کاری کو حلال قرار دے کر خود کیا جائے اور خود رات دن زنا کاری میں مشغول رہے وہ نبی ہو سکتا ہے؟"

پھر کہا:۔

"مرزا بشیر الدین صاحب محمود خلیفہ مرزائیت نے اپنے ایک خطبہ میں بیان کیا کہ ایک احمدی نے مجھے خط لکھا ہے کہ حضرت مسیح موعود تو کبھی کبھی زنا کیا کرتے تھے، اور تو رات دن زنا کاری میں مشغول رہتا ہے، کیونکہ مرزا صاحب ولی اللہ تھے، اور ولی اللہ کبھی کبھی زنا کیا کرتے ہیں"۔

(الفضل خطبۂ محمود)

"علاوہ ازیں مرزا صاحب اور مرزا محمود کی زنا کاری کے اتنے واقعات ہیں کہ اگر انہیں بیان کرنا شروع کروں تو دُنیا انگشت بدنداں ہو کر رہ جائے ۔۔۔ زنا کاری کے ساتھ ساتھ مرزا صاحب شراب پینے کے بھی عادی تھے"۔

اب دیکھو اس بدبخت نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور امام جماعت احمدیہ پر زنا کی تہمت لگائی ہے۔ حالانکہ اس کے پاس اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے اور جس خطبہ کا حوالہ دیا ہے، اس سے کوئی شخص بھی یہ نہیں مراد لے سکتا جو لال حسین اختر نے مراد لی ہے۔ وہ خط جس کے متعلق اس نے کہا ہے کہ وہ احمدی کا لکھا ہوا ہے، اسکے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ نے اپنے خطبہ میں تصریح کی ہے کہ وہ منافق شخص ہے حضور کے الفاظ یہ ہیں:۔

"جو کچھ پہلے انبیاء کے زمانہ میں ہوتا رہا اب ہو رہا ہے۔ اور جس طریق پہلے منافق اعتراضات کیا کرتے تھے، اسی طرح موجودہ زمانے کے منافق اعتراض کرتے نظر آتے ہیں۔

میں نے ایک پچھلے خطبے میں منافقوں کی بعض علامات بتائی تھیں، اس پر مجھے ایک منافق کا ایک گمنام خط آیا۔ یہ شخص پہلے بھی کئی دفعہ ایسے خط لکھ چکا ہے اور ہمارا خیال ہے کہ یہ مصری پارٹی کا کوئی فرد ہے۔ مگر خطوں میں ہمیشہ "مصری صاحب" کو "کمبخت مصری" لکھا کرتا ہے ۔۔۔۔۔

اس میں یہ لکھتا ہے کہ منافقت کا دائرہ تم نے اتنا وسیع کر دیا ہے کہ اب کوئی مومن رہ ہی نہیں سکتا۔ ۔۔۔۔۔۔

اس قدر اعتراضات کرنے کے باوجود ہر خط میں بڑا اخلاص بھی ظاہر کیا ہوا ہوتا ہے اور لکھا ہوتا ہے، ہم سلسلہ کے خادم ہیں مگر اسکی سلسلہ سے محبت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ایک خط میں جس کے متعلق اس نے تسلیم کیا ہے کہ وہ اس کا لکھا ہوا ہے اس میں یہ تحریر کیا ہے:۔ کہ

"حضرت مسیح موعود ولی اللہ تھے اور ولی اللہ بھی کبھی کبھی زنا کر لیا کرتے ہیں، مگر انہوں نے کبھی کبھار زنا کر لیا تو اس میں حرج کیا ہوا؟"

پھر لکھا ہے:۔

"ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر اعتراض نہیں، کیونکہ وہ کبھی کبھی زنا کیا کرتے تھے، ہمیں اعتراض موجودہ خلیفہ پر ہے، کیونکہ وہ ہر وقت زنا کرتا رہتا ہے"

(الفضل ۳۱ اگست ۱۹۳۸ء)

کیا کوئی عقلمند یہ کہہ سکتا ہے کہ اس خط کا مضمون حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ نے اسلئے خطبہ میں بیان کیا، اور اسے الفضل میں شائع کروایا، کیونکہ اس سے وہ بات ثابت ہوتی تھی جو لال حسین نے بیان کی ہے یا اسلئے کہ اس قسم کے منافق اور جھوٹے شخص بھی موجود ہیں۔ جو اس قسم کے اتہامات لگانے سے بھی نہیں رُکتے اور پھر باوجود اسکے اپنے آپ کو مخلص احمدی سمجھتے ہیں۔

پس اس خطبہ کو پڑھ کر کوئی شخص وہ نتیجہ نہیں نکال سکتا جو لال حسین اختر نے نکالا ہے۔ پس اس نے صریحاً پاک دامنوں پر تہمت لگائی ہے اور اس طرح محمد علی جالندھری نے اپنی تقریر میں احمدیوں کو خطاب کرتے ہوئے کہا:۔

"کتنی عورتوں کی عصمت دری کی گئی؟ کتنی عورتوں کو مروایا گیا ۔۔۔ کتنے لڑکے ولی اللہ نے مروائے؟ ۔۔۔ تم روز روشن میں قتل کرو، ۔۔۔ اور زہر ملا کر ہلاک کرو ۔۔۔ بھولی دوشیزاؤں کی عصمت دری کرو"۔

اور ایسی تہمت لگانے والوں کی سزا جو اسکی صحت چار چشمدید گواہوں سے ثابت نہ کر سکیں، قرآن مجید نے اسی کوڑوں کے علاوہ یہ بیان فرمائی ہے:۔

لا تقبلوا لهم شهادة ابدا واولٰئك هم الفاسقون۔

کہ تم کبھی ان کی شہادت قبول نہ کرو، اور یہی لوگ فاسق ہیں، نیز فرمایا واولٰئك عند الله هم الكاذبون ۔۔۔ ایسے لوگ اللہ کے نزدیک جھوٹے ہیں پس یہ احرار لیکچرار اللہ تعالیٰ کی شریعت کی رُو

لال حسین اختر کی کذب بیانی اور الزام تراشی

(۲)

حرام مال کھانے کا الزام

لال حسین اختر نے اپنے ایک مناظرہ کا ذکر کر کے کہا کہ میں نے ایک احمدی پر یہ اعتراض کیا :-

"جو شخص زنا کی کمائی کو حلال قرار دے کر خود کھا جائے، اور خود رات دن زناکاری میں مشغول رہے، وہ نبی ہو سکتا ہے"؟

اور پھر میں نے مرزا صاحب کا واقعہ بیان کیا کہ

"قادیان میں اللہ دیا نامی نے اپنی بہن کو چکلے میں بٹھا دیا۔ وہ کافی عرصہ اس سلسلہ میں کمائی کرتی رہی۔ کچھ عرصہ بعد وہ عورت فوت ہو گئی اور اپنی کمائی میں سے کافی روپیہ چھوڑ گئی۔ اللہ دیا جو اس کا حقیقی بھائی تھا اس کا دل بے حد خوف زدہ ہوا۔ اللہ دیا نے مختلف علماء کو یہ رقم دینی چاہی۔ انہوں نے یہ رقم لینے سے انکار کر دیا۔

مرزا صاحب کو اس رقم کی خبر ملی تو فوراً اس رقم کے حصول کے لئے آدمی بھیجا اور اس رقم کو جائز اور حلال قرار دے کر مرزا صاحب نے حاصل کر لی۔"

(سیرت مہدی۔ آئینہ کمالات اسلام)

اب میں اصل روایت سیرۃ المہدی سے درج کرتا ہوں جو میاں عبداللہ صاحب سنوری نے بیان کی۔

"ایک دفعہ انبالہ کے ایک شخص نے حضرت صاحب سے فتویٰ دریافت کیا کہ میری ایک بہن کنچنی تھی، اُس نے اس حالت میں بہت سا روپیہ کمایا، پھر وہ مر گئی اور مجھے اس کا ترکہ ملا۔ مگر بعد میں مجھے اللہ تعالیٰ نے توبہ اور اصلاح کی توفیق دی اب میں اس مال کو کیا کروں؟

حضرت صاحب نے جواب دیا کہ ہمارے خیال میں اس زمانہ میں ایسا مال اسلام کی خدمت میں خرچ ہو سکتا ہے اور پھر مثال دے کر بیان کیا کہ اگر کسی شخص پر کوئی سگ دیوانہ حملہ کرے اور اس کے پاس اس وقت کوئی چیز اپنے دفاع کے لئے نہ ہو، نہ سوٹی نہ پتھر وغیرہ۔ صرف نجاست میں پڑے ہوئے پیسے اسکے قریب ہوں تو کیا وہ اپنی جان کی حفاظت کیلئے ان پیسوں کو اٹھا کر اس کتے کو نہ مارے گا، اور اس وجہ سے رک جائے گا کہ یہ پیسے ایک نجاست کی نالی میں پڑے ہوئے ہیں؟ ـــ ہرگز نہیں پس اسی طرح اس زمانہ میں جو اسلام کی حالت ہے اُسے مدنظر رکھتے ہوئے ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اس روپیہ کو خدمت اسلام کے لئے لگایا جا سکتا ہے۔

میاں عبداللہ صاحب نے بیان کیا کہ اس زمانے میں جب کی یہ بات ہے آج کل والے انگریزی پیسے زیادہ رائج نہ تھے، بلکہ موٹے موٹے بھدے پیسے چلتے تھے، جن کو ملضوری پیسے کہتے ہیں۔

(صفحہ ۲۶۱ - صفحہ ۲۶۲)

اس روایت کا اس بے انصاف کے بیان سے مقابلہ کیا جائے تو صاف معلوم ہو گا کہ اس نے حد درجہ تحریف سے کام لیا ہے۔ اور حد درجہ کذب بیانی کی ہے۔

(۱) لال حسین اختر نے کہا ہے : جو شخص زنا کی کمائی کو حلال قرار دے کر خود کھا لے حالانکہ روایت میں نہ حلال کی کمائی کو حلال قرار دینے کا ذکر ہے، نہ اس بات کا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس سے یہ رقم لی اور خود کھائی۔

۲۔ اللہ دیا انبالہ کا رہنے والا تھا اور وہیں اسکی بہن رہتی تھی ـــ لیکن لال حسین اسے قادیان کا بتاتا ہے۔

۳۔ وہ کہتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس رقم کی خبر ملی تو فوراً اس رقم کے حصول کے لئے آدمی بھیجا۔ حالانکہ روایت میں اس امر کا قطعاً کوئی ذکر نہیں ہے، بلکہ صرف انبالہ کے ایک آدمی کے فتویٰ کے دریافت کرنے کا ذکر ہے۔

۴۔ پھر وہ یہ کہتا ہے کہ اس رقم کو جائز اور حلال قرار دے کر مرزا صاحب نے حاصل کر لی۔

حالانکہ روایت میں رقم کے حاصل کرنے کا کہیں ذکر نہیں، اور نہ ہی اس کمائی کے حلال اور جائز ہونے کا ذکر ہے، بلکہ حضور نے اُسے نجاست میں پڑے ہوئے پیسوں کے ساتھ مشابہت دی ہے۔ اور اسلام کی موجودہ حالت کے پیش نظر بحالت اضطرار اس کی اجازت دی ہے جیسا کہ بنکوں کے سود کے روپیہ کو بھی حضور نے اور دیگر علماء نے موجودہ حالات کے پیش نظر بحالت مجبوری، اشاعت اسلام کے لئے خرچ کرنا جائز قرار دیا ہے۔

چنانچہ جمعیۃ العلماء کے آرگن "الجمعیۃ" نے مورخہ ۲۹ ستمبر ۱۹۲۵ء کو زیر عنوان "بنک کا سود اور اس کا مصرف" یہ لکھا :-

"شریعت کی رُو سے تمام امورِ خیریہ میں اسے خرچ کیا جا سکتا ہے۔"

پھر یہ لکھ کر کہ اگر بعض مسلمان اسکے لئے تیار نہیں تو :-

"ہم سمجھتے ہیں کہ ان پر دباؤ ڈالنا بھی منشائے شریعت کے خلاف نہ ہوگا، کیونکہ شرعِ اسلامی کی رُو سے مشکوک اور ناجائز روپیہ کو صرف امورِ خیریہ میں ہی صرف کیا جا سکتا ہے اور اپنی ذات پر خرچ کرنا ناجائز ہے۔"

غیر احمدی حضرات سے آخری گذارش

چونکہ ہمارے احرار، اس قسم کی تہمتیں لگانے کی وجہ سے خدا تعالیٰ کی شریعت کی رو سے جھوٹے اور فاسق ہیں، جن کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"ایسے لوگوں کی شہادت کبھی قبول نہ کی جائے"

اس لئے ہم تمام مسلمانوں سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ بحکم آیت قرآنی :-

اِذَا جَآءَکُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْا (الحجرات)

یعنی جب کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر بیان کرے تو اسکی تحقیق کر لیا کرو"

ان باتوں کی جو وہ احمدیت کے خلاف لوگوں میں پھیلاتے ہیں، خود تحقیق کر لیا کریں اور اگر وہ ایسا کریں گے تو ایک نہ ایک دن وہ انشاء اللہ تعالیٰ ضرور حقیقت کو پا لیں گے

"وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ"

درخواست دُعا

:- میری اہلیہ کے حال ہی میں دو میجر اپریشن پیٹ کے ہوئے ہیں۔ احباب سے ان کی کامل صحت کیلئے درخواست دُعا ہے۔

سید محمد اعظم ۳۔ دیال سنگھ مینشن، مال روڈ، لاہور ۱

★

فلائٹ لفٹیننٹ بشیر احمد صاحب کی اہلیہ اور بچے سخت بیمار ہیں، احباب ان کی صحت کیلئے دُعا فرمائیں۔

اخبار احمدیہ

ناصر آباد سندھ ۲۳ فروری۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ کی صحت کے متعلق پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کی اطلاع منظر ہے کہ حضور کی طبیعت خدا تعالےٰ کے فضل سے اچھی ہے۔

۲۴ فروری کو صبح ساڑھے دس بجے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ ناصر آباد سٹیٹ کی فصلوں کے معائنہ کے لئے تشریف لے گئے اور ساڑھے بارہ بجے دوپہر واپس تشریف لائے۔

ناصر آباد ۲۴ فروری۔ آج حضور کے گردہ میں تکلیف ہے۔ احباب حضور کی صحت کاملہ کے لئے دعا فرمائیں۔

لاہور ۲۷ فروری۔ پروفیسر اسلم صاحب کو بخار اترے آج آٹھواں نواں دن ہے۔ عام طبیعت بھی خدا کے فضل سے اچھی ہے۔ لیکن ڈاکٹروں نے ابھی چار پانچ روز تک حرکت کرنے کی اجازت نہیں دی۔

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز ناصر آباد میں

از مکرم شیخ نور الحق صاحب انچارج دفتر ایم این سنڈیکیٹ

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز اپنے اہل بیت اور خدام کے ہمراہ ۲۲ فروری کو ۲ بجے بعد دوپہر ناصر آباد تشریف فرما ہوئے۔ حضور کے استقبال کے لئے ناصر آباد سٹیٹ کے بہت سے احباب اور بچے اسی طرح نسیم آباد سٹیٹ کے بہت سے احباب سٹیشن پر موجود تھے اسٹیشن کو جھنڈیوں سے آراستہ کیا گیا تھا اور مختلف مقامات پر قطعات آویزاں کئے گئے تھے۔ حضور سٹیشن سے ناصر آباد تک کار میں تشریف لائے اور باقی احباب گھوڑیوں اور ٹریکٹروں اور ٹرک پر پہونچے۔

بعد نماز عصر حضور باغ ناصر آباد کے معائنہ کے لئے تشریف لے گئے۔ حضور کے ساتھ خاکسار اور منیجر صاحب ناصر آباد تھے۔ شام کے وقت حضور ناصر آباد تشریف لائے۔

۲۳ فروری ۱۹۵۱ء۔ آج چونکہ جمعہ کا دن تھا اس لئے نماز جمعہ میں شمولیت کے لئے احمدیہ اسٹیٹس سے بہت سے احباب ناصر آباد تشریف لائے۔ بعض احباب میر پور خاص اور ڈگری وغیرہ سے بھی تشریف لائے۔ جسکی وجہ سے ناصر آباد میں خاصی رونق رہی۔ ساڑھے ۲ بجے کے قریب حضور نے خطبہ پڑھا۔ جس میں حضور نے موجودہ مخالفت کا ذکر کرتے ہوئے جماعت کو اپنی اصلاح کی طرف توجہ دلائی۔ عصر کے بعد حضور پھر باغ ناصر آباد کے معائنہ کے لئے تشریف لے گئے۔ میاں عبد الرحیم احمد صاحب وکیل الزراعت اور خاکسار اور منیجر صاحب ناصر آباد حضور کے ساتھ تھے حضور نے اصلاحی امور کے متعلق بہت سی ہدایات سے خاکسار کو سرفراز فرمایا۔ مغرب کے وقت حضور واپس تشریف لائے۔

۲۴ فروری ۱۹۵۱ء۔ آج حضور نے مسہل لیا ہوا تھا۔ اس لئے حضور بجائے گھوڑے پر سوار ہونے کے بیل گاڑی پر ناصر آباد کی فصل کا معائنہ کرنے کے لئے تشریف لے گئے۔ مکرم سید عبد الرزاق شاہ صاحب خاکسار اور منیجر صاحب ناصر آباد حضور کے ہمرکاب تھے۔ حضور نے ساڑھے دس بجے سے ایک بجے تک فصل کا معائنہ فرمایا۔ اور خاکسار کو ضروری ہدایات عطا فرمائیں۔ شام کو حضور باغ میں سیر کے لئے تشریف لے گئے۔ (خاکسار نور الحق انچارج دفتر ایم۔ این سنڈیکیٹ حال ناصر آباد سندھ)

اعلان تعطیل

قارئین و ایجنٹ اصحاب کی اطلاع کے لئے لکھا جاتا ہے کہ مورخہ یکم مارچ کو پرچہ شائع نہ ہو سکے گا۔ اس خاص نمبر کو عشرہ ۱۵ سمجھا جائے (منیجر الفضل)

کشتی رانی کا مقابلہ

پنجاب یونیورسٹی پھنگ بوٹ ریس میں تعلیم الاسلام کالج نے پہلے دن چھ نمبر سے دیال سنگھ کالج کو شکست دے کر تیسری پوزیشن حاصل کی۔ اور ٹورنامنٹ کے دوسرے دن گورنمنٹ کالج کو شکست دے کر دوسری پوزیشن حاصل کی ہے۔ احباب مزید کامیابی کے لئے دعا فرمائیں۔

(سیکرٹری بوٹنگ کلب تعلیم الاسلام کالج)

سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ کا سفر سندھ

(از مکرم شیخ مبارک احمد صاحب بی۔ اے پرائیویٹ سیکرٹری حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ)

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز ۲۰ تبلیغ ۱۳۳۰ھش کو ربوہ سے بذریعہ کار ۸ بجے شام روانہ ہوئے اور ۹ بجے شام کے قریب لائل پور پہنچے۔ حضور اقدس کے اہل بیت میں سے سیدہ ام ناصر سلمہا اللہ تعالےٰ حضور اقدس کے ہمراہ تھیں۔ محترم ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب اور میاں عبد الرحیم احمد صاحب وکیل الزراعت بھی ہم سفر تھے۔ باقی خدام قافلہ ساڑھے ۴ بجے بعد دوپہر گاڑی لائل پور کے لئے روانہ ہو چکے تھے۔ لائل پور ریلوے سٹیشن پر قافلہ کی امداد کے لئے مجلس خدام الاحمدیہ لائل پور کے کارکن موجود تھے۔ انہوں نے قافلہ کے افراد کی اعانت کی اور ہر ضروری مدد بہم پہنچائی۔

میاں مسعود احمد خان صاحب کے مکان پر حضور اقدس کے قیام کا انتظام تھا رات حضور اقدس نے ان کے ہاں قیام فرمایا۔ انہوں نے تمام قافلہ کی شام کے کھانے سے تواضع کی۔

۲۱ کو صبح ۵ بجکر ۴۰ منٹ پر حضور اقدس لائل پور سے جناب ایکسپریس میں سوار ہوئے۔ احباب جماعت حضور اقدس کو الوداع کہنے کے لئے اسٹیشن پر حاضر تھے۔ انہوں نے قافلہ کو سوار کرانے میں پوری مدد کی۔ حضور اقدس نے احباب جماعت کو شرف مصافحہ بخشا

میاں غلام محمد صاحب اختر نے ریزرویشن کے سلسلہ میں بہت مدد دی اور انتظام کرایا۔ خود بھی لائل پور تشریف لائے۔ اور تمام قافلہ کو سوار کرانے میں مدد دی۔ اللہ تعالےٰ انہیں جزائے خیر دے۔ آمین

صبح کا ناشتہ جماعت احمدیہ ٹوبہ ٹیک سنگھ نے پیش کیا دوپہر کا کھانا جماعت احمدیہ ملتان نے اور شام کا کھانا چوہدری نفیر احمد خان صاحب نے خانپور کے اسٹیشن پر پیش کیا۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء

لائل پور سے صادق آباد تک جماعتیں حضور اقدس کے استقبال کے لئے تشریف لائیں۔ بعض جگہ احمدی خواتین بھی حضرت اقدس کی زیارت کے لئے تشریف لائی ہوئی تھیں۔ حضور اقدس جماعت کے دوستوں کو شرف مصافحہ بخشتے رہے۔

حیدر آباد سندھ ۲۲ بجے گاڑی پہنچی جماعت کے احباب حضور اقدس کے استقبال کے لئے موجود تھے۔ انہوں نے قافلہ کو گاڑی تبدیل کرنے میں مدد دی۔

حضور اقدس کیلئے حیدر آباد سندھ سے کنجیجی تک ریزرویشن کی ضرورت تھی۔ اس کے لئے محمود احمد صاحب ہیڈ کلرک کوٹری اور سید سید علی شاہ صاحب ٹی ٹی ریلوے نے مدد کی۔ اور سارا سب انتظام کیا۔ اللہ تعالےٰ ان سب کو جزائے خیر دے۔ آمین

۲۲ کو ساڑھے ۱۰ بجے میر پور خاص کے اسٹیشن پر ڈاکٹر عبد الرحمٰن صاحب صدیقی نے حضور اقدس کی خدمت میں صبح کا ناشتہ پیش کیا۔ اور قافلہ کے دیگر افراد کی بھی تواضع کی۔ اور میر پور خاص سے کنجیجی تک تمام جماعتوں کے افراد حضور اقدس کی زیارت اور ملاقات کے لئے اسٹیشنوں پر تشریف لائے ہوئے تھے۔

گاڑی ایک بجکر ۳۵ منٹ بعد دوپہر کنجیجی ریلوے اسٹیشن پر پہنچی۔ سید عبد الرزاق شاہ صاحب اور چوہدری غلام احمد صاحب لمبر منیجر ناصر آباد اسٹیٹ نے حضور اقدس کے استقبال اور کنوینس کا انتظام کیا تھا اور انہوں نے قافلہ کی ہر طرح مدد کی

۲۲ تبلیغ ۱۳۳۰ھش دوپہر کا کھانا اور عصر کے وقت چائے کا انتظام جماعت ناصر آباد نے کیا تھا اور شام کو تمام قافلہ کا سید داؤد مظفر شاہ صاحب منیجر محمود آباد ...

فخلف من بعدھم خلف

مولوی اختر علی صاحب ایڈیٹر زمیندار کے جدامجد مولوی سراج دین صاحب ہمیشہ سنجیدگی سے تحریر لکھا کرتے تھے۔ وہ تمسخر استہزاء اور افتراء پردازی سے مجتنب رہتے تھے۔ کیونکہ یہ حرکات نہ مومنانہ ہیں نہ شریفانہ۔ نیز حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے انکی حسن عقیدت یہاں تک بڑھی ہوئی تھی کہ مسلمانوں کی تکفیر اور مخالفت پر تعجب کرتے تھے۔ چنانچہ "ایک دلچسپ خط و کتابت" کے عنوان سے کونٹ ٹالسٹائے کی چٹھی جو انہوں نے روس سے مکرم مفتی محمد صادق صاحب کے نام ارسال کی تھی۔ درج کرنے کے بعد وہ لکھتے ہیں

قرآن شریف کی تعلیم تو ساری کی ساری معقول ہے۔ امید ہے کہ مرزا صاحب اس کی معقولیت کونٹ کے ذہن نشین کرنے میں کامیاب ہوں گے۔ اکثر مسلمان مرزا صاحب کے مکفر یا سخت مخالف ہیں۔ مگر یہ عجیب کفر ہے کہ اشاعت اسلام بھی کر رہا ہے

(زمیندار ۱۶ راگست ۱۹۰۳ء)

اس پر ہمارے مکرم ایڈیٹر الحکم نے انکی نیک دلی کا ذکر مندرجہ ذیل الفاظ میں کیا ہے:۔

حضرت خلیفۃ اللہ کی خدمت اسلام و اشاعت ملت خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اعتراف اب ہمارے نیک دل معاصرین کے طبقہ میں شروع ہو گیا ہے۔ جو ایک مبارک فال ہے۔ عجیب کفر کے متعلق ہم اپنے ہمعصر کو حضرت اقدس کے دو شعر سنانا چاہتے ہیں۔ کیا عجب وہ ان سے فائدہ اٹھا سکے۔ ؎

کافر و ملحد و دجال ہمیں کہتے ہیں
نام کیا کیا غم ملت میں رکھایا ہم نے
بعد از خدا بعشق محمد مخمرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

(الحکم ۱۹۰۳ء)

کیا ہم مولوی اختر علی صاحب سے امید رکھیں کہ وہ اپنے دادا صاحب کے خلف ثابت ہوں گے نہ کہ فخلف من بعدھم خلف۔

(خاکسار محمد ابراہیم بقاپوری)

مولوی ظفر علی خاں صاحب کی ایک تقریر

"مولوی صاحب (ظفر علی خاں) نے تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا۔ احمدیوں کی مخالفت کی آڑ میں احرار نے خوب ہاتھ رنگے۔ احمدیوں کی مخالفت کا احرار نے محض جلب زر کے لئے ڈھونگ رچا رکھا ہے۔ قادیانیت کی آڑ میں غریب مسلمانوں کے گاڑھے پسینہ کی کمائی ہڑپ کر رہے ہیں۔

کوئی ان احرار سے پوچھے بھلے مانسو! تم نے مسلمانوں کا کیا سنوارا ہے کونسی اسلامی خدمت تم نے سرانجام دی ہے کیا بھولے سے بھی تم نے تبلیغ اسلام کی۔ احرار یو! کان کھول کر سن لو۔ تم اور تمہارے لگے بندھے مرزا محمود کا مقابلہ قیامت تک نہیں کر سکتے۔ مرزا محمود کے پاس قرآن ہے۔ قرآن کا علم ہے۔ تمہارے پاس کیا خاک دھرا ہے۔ تم میں ہے کوئی جو قرآن کے سادہ حروف بھی پڑھ سکے۔ تم نے کبھی خواب میں بھی قرآن نہیں پڑھا۔ تم خود کچھ نہیں جانتے تو لوگوں کو کیا بتاؤ گے۔ مرزا محمود کی مخالفت تمہارے فرشتے بھی نہیں کر سکتے۔ مرزا محمود کے ساتھ ایسی جماعت ہے جو تن من دھن اس کے ایک اشارہ پر اس کے پاؤں میں نچھاور کرنے کو تیار ہے۔ تمہارے پاس کیا ہے گالیاں اور بدزبانی۔ تف ہے تمہاری غداری پر۔ مرزا محمود کے پاس مبلغ ہیں۔ مختلف علوم کے ماہر ہیں۔ دنیا کے ہر ایک ملک میں اس نے جھنڈا گاڑ رکھا ہے۔"

(تقریر بر جلسہ مسجد خیر الدین امرتسر منقول از خوفناک سازش مصنفہ مولوی مظہر علی اظہر صفحہ ۱۹۵-۹۶)

سید الاولین والآخرین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام

"یہ عربی نبی جس کا نام محمد ہے (ہزار ہزار درود اور سلام اس پر) یہ کس عالی مرتبہ کا نبی ہے اور اس کے عالی مقام کا انتہا معلوم نہیں ہو سکتا۔ اور اس کی تاثیر قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں افسوس کہ جیسا حق شناخت کا ہے اس کے مرتبہ کو شناخت نہیں کیا گیا۔۔۔۔ اسکو تمام انبیاء اور تمام اولین پر فضیلت بخشی اور اسکی مرادیں اس کی زندگی میں اس کو دیں۔ وہی ہے جو سرچشمہ ہر ایک فیض کا ہے اور وہ شخص جو بغیر اقرار افاضہ اس کے کسی فضیلت کا دعویٰ کرتا ہے وہ انسان نہیں بلکہ ذریت شیطان ہے۔ کیونکہ ہر ایک فضیلت کی کنجی اس کو دی گئی ہے اور ایک معرفت کا خزانہ اس کو عطا کیا گیا ہے جو اس کے ذریعہ سے نہیں پاتا وہ محروم ازلی ہے۔"

(رقم فرمودہ حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ السلام در حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۱۵) مجلس خدام الاحمدیہ لاہور

ہمارا مذہب!

"ہم اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ سچے دل سے اس کلمہ طیبہ پر ایمان رکھیں کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور اس پر مریں۔ اور تمام انبیاء اور تمام کتابیں جن کی سچائی قرآن شریف سے ثابت ہے، ان سب پر ایمان لائیں۔ اور صوم و صلوٰۃ اور حج . . . . اور خدا تعالےٰ اور اس کے رسول کے مقرر کردہ تمام فرائض کو فرائض سمجھ کر اور تمام منہیات کو منہیات سمجھ کر ٹھیک ٹھیک اسلام پر کاربند ہوں۔ ہم آسمان اور زمین کو اس بات پر گواہ کرتے ہیں کہ یہی ہمارا مذہب ہے۔ اور جو شخص مخالف اس مذہب کے کوئی الزام ہم پر لگاتا ہے وہ تقویٰ اور دیانت کو چھوڑ کر ہم پر افترا کرتا ہے۔"

(از حضرت مسیح موعود علیہ السلام بانی سلسلہ احمدیہ)
ایام الصلح صفحہ ۸۶ مجلس خدام الاحمدیہ لاہور

کیا جماعت احمدیہ ختم نبوت کی منکر ہے؟

"مجھ پر اور میری جماعت پر جو یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہیں مانتے۔ ہم پر یہ افترائے عظیم ہے۔۔۔۔۔ ہم بصیرت تام سے (جس کو اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء یقین کرتے ہیں۔۔۔۔ ہم ختم نبوت کی مثال اس طرح پر دے سکتے ہیں کہ جیسے چاند ہلال سے شروع ہوتا ہے اور چودھویں تاریخ پر آکر اس کا کمال ہو جاتا ہے جبکہ اسے بدر کہا جاتا ہے۔ اسی طرح پر آنحضرت پر آکر کمالات نبوت ختم ہو گئے"

(ملفوظات صفحہ ۲۸)

مولانا غلام رسول مہر دواخانہ نور الدین رضؓ میں

جناب مولانا غلام رسول مہر بی۔ اے ایڈیٹر روزنامہ انقلاب۔ لاہور دواخانہ نور الدینؓ جودھامل بلڈنگ لاہور کے متعلق تحریر فرماتے ہیں

حکیم عبد الوہاب صاحب عمر کے ساتھ میرے تعلقات اس وقت سے ہیں۔ جب وہ کالج میں پڑھتے تھے۔ تعلقات رسمی نہ تھے بلکہ ولیسے محبت پر مبنی تھے۔ جس میں عزیز داری کا رنگ غالب تھا۔ میں نے ان کے والد ماجد کے طبی کمالات بلکہ کرامتوں کا ذکر کتابوں میں بھی پڑھا تھا۔ اور مختلف دوستوں سے بھی سنتا تھا...... پھر عبد الوہاب دہلی چلے گئے۔ اور معلوم ہوا۔ کہ طب کی باقاعدہ تعلیم پا کر اپنی خاندانی میراث کے حامل بننا چاہتے ہیں ان کی یہ آرزو بھی حسن وخوبی پوری ہو گئی۔ قادیان واپس جا کر انہوں نے ایک دواخانہ بھی جاری کر دیا۔ کئی مرتبہ مجھے لکھا۔ اور پیغام بھی بھیجے کہ کسی وقت آؤ۔ اور دواخانہ بھی دیکھ جاؤ۔ مجھے بھی جانے کا خیال تھا۔ لیکن مشغولیتوں نے مہلت نہ دی...... ملک تقسیم ہو گیا۔ اور پاکستان بن گیا۔ تو عبد الوہاب سیدھا لاہور تشریف لے آئے۔ اور یہاں پہنچ کر از سر نو دواخانہ جاری کیا۔ اس زمانہ میں مجھے ایک دن دواخانہ دیکھنے کا بھی اتفاق ہوا۔ اور یہ اندازہ کرنے کا بھی موقعہ ملا۔ کہ وہ اب خدا کے فضل سے ایک کامیاب طبیب بن گئے ہیں........ میں خود طبیب نہیں۔ اس لئے طبی نقطۂ نگاہ سے کوئی رائے ظاہر کرنا مناسب نہ ہوگا۔ لیکن مجھے ان کے دواخانے کی دوائیں استعمال کرنے کا موقعہ ملا۔ علاوہ ازیں اور دوستوں سے بھی ان کی دواؤں کے بارے میں دادِ تحسین سنی۔ اس لئے میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں۔ کہ یہ دواخانہ بہر وجوہ قابل قدر ہے۔ میری دلی آرزو اور دعا ہے۔ کہ عبد الوہاب صاحب عمر اس ذریعہ سے خدمت خلق کی زیادہ سے زیادہ سعادت حاصل کریں۔ اور اپنے جلیل القدر والد کی اس نہایت قیمتی علمی اور عملی میراث کے حق دار ثابت ہوں۔ اس دواخانے کی ترقی و توسیع اور نیک نامی میری بہترین تمناؤں کا مرجع ہے۔ خدا ان تمناؤں کو پورا کرے۔

(غلام رسول مہر)